فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

(انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا) (احزاب: ۵۸)

گناہِ بے گناہی

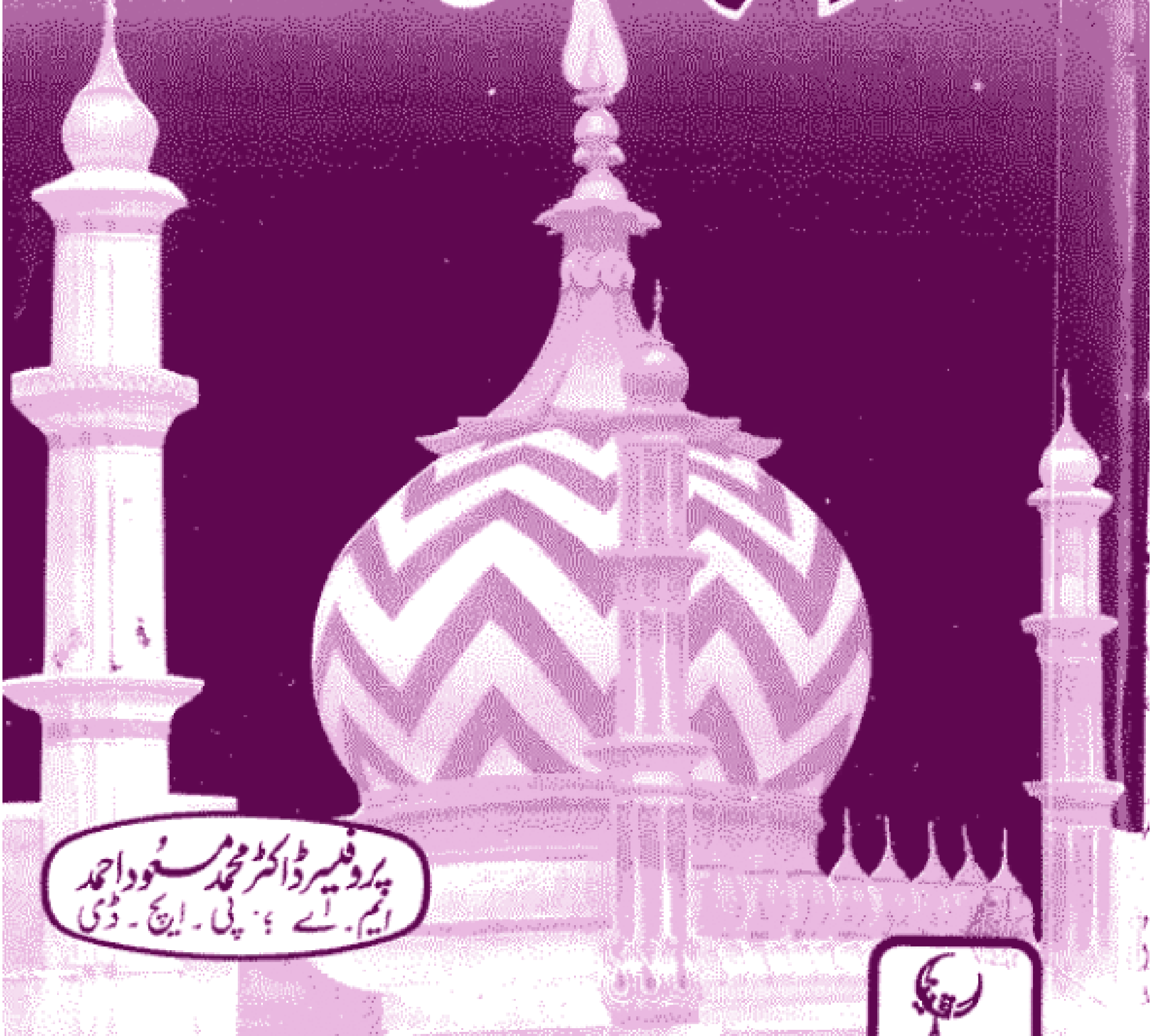

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارۂ مسعودیہ ۶/۲، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

(انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا) (احزاب: ۵۸)

گناہِ بے گناہی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

اِدارۂ مسعودیہ

۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب ـــــــ گناہ بے گناہی

مصنف ـــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

طابع ـــــــ

ناشر ـــــــ ادارۂ مسعودیہ، کراچی

مطبع ـــــــ شاہکار پریس، کراچی

طباعت ـــــــ ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

تعداد ـــــــ گیارہ سو

قیمت ـــــــ ۳۶ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ ۶/۲، ۵۔ ای، ناظم آباد، کراچی

۲۔ سرہند پبلی کیشنز، ۸۸/ ۷۔ ۸، ڈی۔ ایم۔ ایچ سوسائٹی۔ کراچی

۳۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی

۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

۵۔ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور

۶۔ ادارۂ مسعودیہ، المسعود، ۱۱ میین روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اُن حریّت پسندوں کے نام

- جنہوں نے ناموسِ اسلام کی حفاظت کے لئے آن کو آن نہ سمجھا، جان کو جان نہ سمجھا ـــــ
- جنہوں نے فرنگیوں کے آگے سر نہ جھکایا، ایک خُدا کو اپنا خُدا سمجھا۔
- جنہوں نے فرنگیوں کے گیت کبھی نہ گائے، نعت مصطفیٰ میں زندگی بسر کی۔
- جو نہ فرنگیوں کو چاہتے تھے، نہ اُن کے چاہنے والوں کو چاہتے تھے۔
- جنہوں نے فرزندانِ اسلام کو کفار و مشرکین کے نرغے سے نکالا۔
- جنہوں نے ملّتِ اسلامیہ کی آسودگی کی خاطر اپنی عزتیں قربان کیں، اپنی جانیں نذر کیں۔
- جنہوں نے مملکتِ اسلامیہ کی راہ سے کانٹے ہٹائے، پھول بچھائے۔
- جنہوں نے اپنا خون پسینہ اغیار کے لئے نہیں، اسلام کیلئے بہایا۔
- جن کے دامن داغِ موالاتِ ہنود سے بے داغ رہے۔
- جنہوں نے غلامی کی تاریک راتوں میں اُجالے کئے۔
- جنہوں نے گرتی قوم کو تھاما، ڈوبتی نیا کو پار لگایا۔
- جن پر اسلام ناز کرتا ہے، جن پر کفر ماتم کرتا ہے۔
- جن کی محبتوں میں ساز تھا، جن کی نفرتوں میں سوز تھا۔

- جو جانِ اخلاص تھے، اور ایسے یک رنگ کہ دو رنگی کا گزر تک نہیں۔
- جن کی زبانیں وہی کہتی تھیں جو دل پہ گزرتی تھی، جن کی ہر بات پر دل گواہی دیتا تھا۔
- جو دل دردمند رکھتے تھے، جو چشمِ پُرنم رکھتے تھے۔
- ہاں، وہ چمکتے ماہتاب، راتیں جن کو ترس رہی ہیں۔
- ہاں، وہ دمکتے آفتاب، صبحیں جن کا انتظار کر رہی ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

حرفِ آغاز

راقم ۱۹۵۷ء سے برابر لکھ رہا ہے، ۱۹۶۹ء تک امام احمد رضا کے مطالعے سے محروم رہا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ماسوائے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ راقم کے تمام اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے موئیدین سے رہا لیکن جب ۱۹۷۰ء میں مطالعہ کا آغاز کیا تو ایک اور ہی عالم نظر آیا جس نے حیران و ششدر کر دیا ـــــ اللہ اکبر! ـــــ حقیقت کیا تھی اور کیا بتایا گیا ـــــ اب جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں، حیرانگی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لئے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے نہیں ـــــ مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے ـــــ تو دیکھنے والوں نے دن کی روشنی میں دیکھا اور بہت کچھ لکھا اور شائع کیا ـــــ پاک و ہند کے مختلف علمی اداروں، مجلسوں اور ناشروں نے اپنی سی کوشش کی ـــــ اب جامعات میں بھی کام شروع ہو گیا ہے، ایم اے کے پرچوں میں امام احمد رضا پر سوالات آرہے ہیں اور تحقیقی کام بھی ہو رہے ہیں مثلاً ایک فاضل نے پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے، ایک فاضلہ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی اور دوسری فاضلہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) سے امام احمد رضا کی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں ـــــ اس طرح کام ہو رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔

گزشتہ دس برسوں میں راقم نے امام احمد رضا کی سیرت کے مختلف گوشوں پر

خامہ فرسائی کی مگر پیش نظر گوشہ ہنوز تشنہ تکمیل تھا۔ ۱۹۷۹ء میں انگلستان سے جناب محمد الیاس صاحب (سیکرٹری مجلس رضا مانچسٹر) نے لکھا کہ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کے الزام کے خلاف ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے۔ چوں کہ راقم حیات امام احمد رضا (دبسیط) کی تدوین میں مصروف تھا اس کے علاوہ الزامات کے تعاقب سے بالعموم گریز کرتا ہوں اس کے لئے معذرت پیش کر دی ـــــ اوائل ۱۹۸۰ء میں کتاب مذکور کی تدوین سے فارغ ہوا تو موصوف نے پھر یاد دہانی کرائی اور با صرار تقاضا کیا۔ اس وقت راقم علوم جدیدہ و قدیمہ اور امام احمد رضا کے عنوان سے ایک مقالہ کا آغاز کر چکا تھا، نومبر ۱۹۸۰ء میں جب اس سے فارغ ہوا تو پیش نظر موضوع کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پڑھا لکھا طبقہ غلط فہمی کی بنا پر اس الزام تراشی سے متأثر نظر آتا ہے، ضروری تھا کہ غلط فہمیاں دور کی جائیں اور مؤرخین و محققین سے جو فرو گزاشت ہو گئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے ـــــ اس سلسلے میں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے مندرجہ بالا حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ـــــ۔

راقم کے کرمفرما پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے ایک کتاب[۲] کے مقدمے میں امام احمد رضا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے لئے یہ اظہار خیال فرمایا :۔

انگریز نے توڑ کے لئے اپنی تائید میں جوابی فتوے تیار کرائے[۳] ـــــ یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء) ہر دو مختلف الخیال علماء نے

---

[۱] یہ کتاب مکتبہ نعمانیہ ... سے شائع ہو رہی ہے۔ حیات امام احمد رضا (بسیط) کی تدوین کا بھی ارادہ ہے، مواد فراہم کر لیا گیا ہے۔ جب خدا کو منظور ہوا یہ کام بھی ہو جائے گا۔ مسعود

[۲] خورشید احمد: پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۱۴

[۳] پروفیسر سید جمال الدین (شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ، دہلی) نے اپنے ایک غیر مطبوعہ انگریزی مقالے میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کے کردار کا جائزہ لیا ہے مگر وہ بھی ایسی (بقیہ حاشیہ)

ترکِ موالات کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیتے جو انگریزوں کے ایماء سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ [۱]

اس کے برخلاف ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس رائے کا اظہار فرمایا ہے :-

تھانوی اور بریلوی مکاتیبِ فکر گو کسی طرح بھی برطانیہ کے دلدادہ نہ تھے مگر وہ ہندوؤں کے عزائم کے بارے میں بہت ہی متشکک تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلم قیادت مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگرس کے زیرِ نگیں ہو جائے ______ وہ اس حقیقت سے اور بھی حیران و پریشان تھے کہ مہاتما گاندھی کے منشور اور انڈین نیشنل کانگرس کی تجاویز کی حمایت و تائید کے لئے مقتیانِ اسلام قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تلاش میں سرگرمِ عمل تھے۔ [۲]

(بقیہ حاشیہ ص ۶) شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کی ایماء پر بالواسطہ یا بلاواسطہ فتوے لکھا۔ (فوٹو اسٹیٹ کاپی، مملوکہ راقم الحروف)

بالفرض ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کے ایماء پر فتویٰ دیا تو ظاہر ہے کہ انسان کوئی اہم اور خطرناک کام کسی نہ کسی منفعت کے لئے کرتا ہے مگر جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے امام احمد رضا کو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے کوئی انعام نہیں ملا، پھر وہ تو اس تحریک کے دوران ہی ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے تھے، کم از کم ان کے صاحبزادگان کو انعامات سے نوازا جاتا مگر ایسی بھی کوئی شہادت نہیں ملتی ______ بلاشبہ یہ علمِ تاریخ کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے کہ جو زندگی کے کسی مرحلے پر انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا، اس کو خیر خواہ مشہور کیا گیا اور اس کے مخالفین جو کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کے خیر خواہ رہے، بدخواہ تسلیم کئے گئے۔

[۱] خورشید احمد : پاکستان میں آئین کی تدوین، ص ۱۴۱

[۲] اشتیاق حسین قریشی، علماء ان پالیٹکس (انگریزی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء، ص ۲۷۰

ان حقائق کے پیش نظر راقم نے اپنی تالیف فاضل بریلوی اور ترک موالات[1] کے دوسرے اڈیشن میں پروفیسر محمد ایوب قادری کے خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا :۔

> پاکستان کے ایک قلمکار پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک جگہ یہ عجیب اظہار خیال فرمایا ہے ۔ [2]

راقم نے یہ اڈیشن اپنے ایک دیرینہ کرمفرما کو ارسال کیا، موصوف حکومت پاکستان کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔

کرمفرمائے موصوف نے راقم کی کتاب پڑھ کر جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ اعلیٰ طبقے کے اندیشوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں ، ملاحظہ فرمائیں :۔

> اگرچہ آپ نے ص ۵ پر پروفیسر محمد ایوب قادری کا "عجیب اظہار خیال" نقل کیا ہے لیکن ان کے اس وزنی اعتراض کا جواب نہیں دیا ۔ اگر یہ سنگین الزام ثابت ہوجائے کہ انگریزوں کے ایما پر فاضل بریلوی نے ترک موالات کے خلاف فتوے دیا تھا تو یہ عند اللہ بہت بڑا جرم ہوگا کیونکہ دنیا میں انگریزوں سے بڑھ کر مسلمانوں اور اسلام کی دشمن اور کوئی قوم نہیں ہوئی، تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ لہٰذا اگر سیاسی غلامی سے نجات کی خاطر اہل ہندوستان میں مسلمان، ہندو، سکھ وغیرہ نے سیاسی گٹھ جوڑ کیا تو یہ شرعی طور پر ہندو مسلم اتحاد نہیں بنتا جس کے خلاف فاضل بریلوی نے اپنا زور قلم صرف کیا اور دیگر علماء از قبیل مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے فتوے دیئے .....
>
> .... آپکو چاہیئے تھا کہ تاریخی اور دستاویزی شواہد سے

---

[1] اس کا پہلا اڈیشن مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا ۔ اس کے بعد تقریباً پانچ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مسعود

[2] محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۵۔

اس سنگین الزام کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے۔ فاضل بریلوی کی عملیت اظہر ہے، اخلاص اور نیک نیتی ثابت کرنی چاہیئے تھی تاکہ جو الزام پر وفیسر قادری نے (کسی مضبوط وجہ سے[1]) لگایا اس کا رد ثابت ہوتا ۔۔۔۔[2]

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :۔

ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرانے کی خاطر اگر متفقہ طور پر کوئی اقدام اٹھایا گیا تو کیوں معیوب ٹھہرا جب کہ دوسری طرف سے انگریزوں کی ایما پر عالمان شریعت عظام دُنیا کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالیں ۔۔۔۔[3]

ان خیالات کا اظہار ۱۹۷۳ء میں کیا گیا تھا الزام کا جواب اس لئے نہ لکھا گیا کہ راقم بے بنیاد الزامات کے تعاقب میں نہیں پڑتا اور تعمیری و تخلیقی اور مثبت کام کو فوقیت دیتا ہے کیوں کہ بالعموم دیکھا یہ گیا ہے کہ قبول حق کے بجائے مخالف نئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں آنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی کوشش ہمیشہ منفی رہتی ہے، مثبت نہیں، اپنی بات نبھانے کے لئے ہزار جتن کرتا ہے ۔ اس لئے الزامات کے تعاقب سے مخالف کو پریشان کرنے اور مصروف رکھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا حالاں کہ اختلاف رائے کی قدر کی جانی چاہیئے لیکن بعض دانشوروں کا حال تو یہ ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے دوستی و محبت کو بالائے طاق رکھ کر مخالفت

---

[1] مکتوب کے تیور بتا رہے ہیں کہ جانب دیگر جھکاؤ ہے ۔ پھر مدعی کے ساتھ یہ رعایت کہ شہادت سے مستغنی کر دیا گیا اور مدعا علیہ پر یہ شدت کہ شہادتیں طلب کی جا رہی ہیں ۔۔۔ ایک طرف یہ سوء ظن کہ انگریزوں کے ایما پر فتوے لکھے گیا اور دوسری طرف یہ حسن ظن کہ کسی مضبوط وجہ سے الزام لگایا گیا ۔

اس سوء ظن اور حسن ظن میں مطالعہ سے زیادہ کردہ پروپیگنڈے کا دخل ہے ۔ مسعود

[2] مکتوب محررہ ۱۲ راپریل ۱۹۷۳ء از کراچی

[3] ایضاً فوٹ :۔ اب بات کھل کر سامنے آگئی جس الزام کے لئے دلائل و شواہد کی طلب تھی ، اب وہ بے دلیل تسلیم کر لیا گیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پر اُتر آتے ہیں؎، گویا تاریخی حقائق بھی کوئی عقائد ہیں کہ ان سے اختلاف کرنے والا گردن زدنی قرار پائے۔ راقم الحروف تاریخی حقائق اور عقائد دونوں کو الگ الگ خانوں میں رکھنے کا قائل ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں دلائل و براہین سے قائل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تاریخ کو تاریخ کے مقام پر رکھا جائے لیکن اگر عقیدے کا درجہ دے دیا گیا اور اس پر اصرار کیا گیا کہ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" تو بات بگڑتی جائے گی اور ضد بحث کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے سوائے تلخیوں اور افتراق کے کچھ حاصل نہیں اسی لئے راقم نے خود کو مثبت تحقیقات کیلئے وقف کر رکھا ہے گو بعض طبائع پر یہ بھی گراں ہے۔ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے ۱۹۷۳ء سے ابتک امام احمد رضا پر اس الزام کے خلاف تفصیلاً کچھ نہ لکھا لیکن بہتان طرازی اور الزام تراشی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور حقائق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے خود دانشوروں کو گومگو کے عالم میں پایا بلکہ بعض دانشوروں کو الزام تراشی کی اس مہم میں سرگرم عمل پایا تو اس طرف متوجہ ہونا پڑا ——— امام احمد رضا کے مخالفین کے لئے نہیں کیونکہ مخالفت جب عقیدۂ راسخہ بن جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں سوائے غیبی ہدایت کے ——— جو کچھ لکھا گیا ان دانشوروں کے لئے جو کچھ جاننا چاہتے ہیں اور ان جوانوں کے لئے جو تاریخ کی سچی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں اُمید ہے کہ یہ مقالہ حق پسند طبیعتوں کے لئے کافی و شافی ہوگا۔ مولا تعالیٰ ہم

؎ یہی صورت حال راقم کو درپیش ہے۔ ایک دیرینہ کرمفرما جو بفضلہٖ تعالیٰ پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہیں راقم سے اس لئے خوش نہیں کہ امام احمد رضا پر کیوں تحقیق کرتا ہے، چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کیا احمد رضا خاں کے علاوہ آپ کسی اور موضوع پر لکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے؟"

(مکتوب محررہ ۲۶ نومبر ۱۹۸۰ء از اسلام آباد)

شاید ان کے علم میں نہیں کہ گذشتہ ۲۴ سالوں میں راقم ایک سو سے زیادہ موضوعات پر قلم اٹھا چکا ہے۔ مسعود

سب کو قبول حق کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر ہدایت فرمائے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

۹ر دسمبر ۱۹۸۰ء

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ
(سندھ، پاکستان)

مشمولات

آفتاب آمد
۱۵ — ۲۰

۱۔ معاشرت و مذہب
۲۴ — ۳۲

- امام احمد رضا کے عہد شباب کا ایک اہم فتویٰ
- انگریز عورتوں سے شادی کرنے سے احتراز لازم ہے
- انگریزوں کے ذبیحہ سے پرہیز ضروری ہے
- قرآن کریم پر عیسائی پادری کا اعتراض اور امام احمد رضا کا جواب

۲۔ حکومت و عدالت
۳۲ — ۴۱

- حکومت برطانیہ سے غیر شرعی معاہدے کے خلاف امام احمد رضا کا تعاقب۔
- انگریزی حکومت سے نفرت
- مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت
- ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کی تصویروں سے نفرت
- انگریزی عدالت سے نفرت

۳۔ تعلیم و تہذیب

۱۴ ——— ۱۵

- انگریزی تعلیم سے نفرت
- انگریزی تہذیب سے نفرت
- مولانا حامد رضا خاں کی انگریزی تہذیب پر سخت تنقید

۴۔ فکر و خیال

۱۵ ——— ۱۷

- نیوٹن پر تنقید
- البرٹ آئن اسٹائن پر تنقید
- البرٹ ایف۔ پورٹا پر تنقید

۵۔ موئیدین، متقلدین، محبین نصاریٰ

۱۷ ——— ۱۵

- مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف امام احمد رضا کا رسالہ
- برادرِ احمد رضا، مولانا حسن رضا خاں کا رسالہ
- فرزندِ احمد رضا، مولانا حامد رضا خاں کا رسالہ
- تحریکِ ختمِ نبوت میں امام احمد رضا کے متبعین کا کردار
- سرسید احمد خاں پر تنقید
- ندوۃ العلماء پر تنقید

۶۔ خلوت و جلوت

۱۵ ——— ۵۵

- انگریز کی صورت سے نفرت
- برادرِ مجاہد جنگ آزادی مولانا عبدالقادر بدایونی سے محبت

شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی سے اُلفت

۷ ۔ الزامات واسباب الزامات
۵۵ —— ۶۴

- تحریک خلافت اور امام احمد رضا
- تحریک ترک موالات اور امام احمد رضا
- ہندوؤں کی قیادت سے امام احمد رضا کی بیزاری

۸ ۔ جواب وتصدیق جواب
۶۴ —— ۶۶

- امام احمد رضا کا تاریخی جواب
- محمد جعفر شاہ پھلواری کی گواہی
- سید الطاف علی بریلوی کی گواہی

۹ ۔ حقائق وشواہد
۶۶ —— ۷۴

۱۰ ۔ مآخذ ومراجع
۷۴ —— ۷۸

آفتاب آمد

نصاریٰ، نصرانی افکار، نصرانی تہذیب و تمدن کے خلاف امام احمد رضا
کے اقوال و افکار ـــــــــ اور معاصرین کی تائید۔

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱)

نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلاشبہ مشرکین ہیں کہ
وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں۔

(امام احمد رضا : اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام (مصنفہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء
مطبوعہ بریلی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء ، ص ۱)

(۲)

اللہ اللہ یہ قوم ! ــــــــ یہ قوم ، سراسر بوم ــــ یہ لوگ ، یہ لوگ
جنہیں عقل سے لاگ نہیں ــــ جنہیں جنون کا روگ ــــ یہ اس
قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان
دھریں ! ــــــــ انا للہ وانا الیہ راجعون !

{امام احمد رضا : الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام (مصنفہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء ،
مطبوعہ لاہور، ص ۱۹ - ۲۰}

(۳)

انگریزی اور بے سود تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین ،
دنیا میں بھی نہیں پڑتا ، صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں مہملات
میں مشغول ہو کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا
نہ ہو ، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔

(امام احمد رضا : المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (مصنفہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء ، ص ۹۳)

(۴)

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام ، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز
مکروہ تحریمی قریب بحرام ، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے
تو گنہگار ، مستحق عذاب۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار

(امام احمد رضا : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ، جلد سوم ، مطبوعہ لائل پور ، ص ۴۴۲)

٥

انگریزوں کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت ونیچریت سے نجات، بہت دل خوش کن کلمات ہیں ——— خدا ایسا ہی کرے! ——— مگر یہ صرف ترک امداد والحاق سے حاصل نہیں ہوسکتے، اُس آگ کو بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں —

(امام احمد رضا، المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ، مطبوعہ لاہور، ص ۹۳)

٦

ترکِ موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی ——— ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ———

دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کرلیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں۔

(تحریک ترک موالات، محمد جعفر شاہ پھلواری بحوالہ خیابان رضا، قلمی مرتبہ محمد مرید احمد چشتی، مخزونہ جامعہ نظامیہ لاہور)

(۷)

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ "شمس العلماء" قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا اُن کو یا اُن کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفٰے رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔

{ معارف امام احمد رضا، سید الطاف علی بریلوی، سیکرٹری جنرل آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی بحوالہ اخبار جنگ کراچی)، شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۲، ک ۴، ۵ }

(۸)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو !

(امام احمد رضا، بحوالہ۔ ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) شمارہ جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۳۰)

گناہِ بے گناہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گناہِ بے گناہی

جب کسی قوم سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے ـــــــ اس کے مذہب سے محبت، اس کی معاشرت سے محبت، اس کی حکومت سے محبت اس کی عدالت سے محبت، اس کی تعلیم سے محبت، اس کے نظام تعلیم سے محبت، اس کی تہذیب و تمدن سے محبت، اس کے افکار و خیالات سے محبت، اس کے پیروؤں سے محبت، اس کے مقلدوں سے محبت، اس کے مددگاروں سے محبت، اس کے چاہنے والوں سے محبت، اس کی شکل و صورت سے محبت ـــــــ

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے، اس سے محبت کرتے تھے، اس کے اشاروں پر چلتے تھے ـــــــ مگر شواہد کو کھنگالا گیا اور حقائق کا مشاہدہ کیا گیا تو اس چاہت و محبت کا دُور دُور پتا نہ چلا ـــــــ ہاں جس نے الزام لگایا اس کا دامن داغدار نظر آیا اور جس پر الزام لگایا وہ بے داغ نظر آیا ـــــــ یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کو حیرت ہے! ـــــــ

ہر پہلو سے دیکھا انگریزوں کے ساتھ دوستی و محبت کی جھلک تک نظر نہ آئی ـــــــ آیئے حقائق کے چہروں سے پردہ اٹھائیں، آپ بھی دیکھیں اور ہم بھی دیکھیں، ـــــــ ان تشکیک و شبہات کا ازالہ کریں جو عرصۂ دراز سے دل و دماغ میں پرورش پاکر راسخ ہوچکے اور بدظنی و بدگمانی کے ان تاریک غاروں میں لے گئے جہاں ہماری آنکھوں سے بصارت گم ہوگئی اور ہمارے دلوں سے بصیرت ـــــــ

① معاشرت و مذہب

معاشرتی لحاظ سے نصاریٰ کی عورتوں سے شادی بیاہ اور ان کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال قرار دیا گیا ہے ـــــــ ایسی صورت میں ایک ایسے عالم سے جو انگریزوں کا دل سے خیر خواہ ہو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے اس حکم کو انگریزوں کے لئے ضرور جائز قرار دیتا لیکن شواہد سے جو حقیقت ثابت ہو رہی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

امام احمد رضا کے عہد شباب میں جب کہ آپکی عمر ۲۴ سال کی ہوگی ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں بدایوں کے ایک مستفتی مرزا علی بیگ نے ایک استفتاء پیش کیا جس میں مندرجہ ذیل تین سوالات ہیں۔

۱۔ پہلا سوال ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے سے متعلق ہے۔[۱]

۲۔ دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ کتابی ہیں یا مشرک۔[۲]

۳۔ تیسرا سوال روافض و مبتدعین کے بارے میں ہے کہ وہ مرتد ہیں یا نہیں۔[۳]

پہلے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے کیونکہ دارالحرب وہ ہے جہاں شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور ہندوستان میں یہ صورت نہیں اس لئے یہ دارالاسلام ہے ـــــ یہ فتویٰ خالصتہً فقہی ہے سیاسی

---

[۱] احمد رضا، اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء ص ۲۔۹

[۲] ایضاً، ص ۹۔۱۵

[۳] ایضاً، ص ۱۵۔۲۳

نہیں کیونکہ اس جواب میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ادنیٰ گمان ہو سکے کہ یہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے لکھا ہے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب وُہ لوگ بھی انگریزوں کے دل سے وفادار تھے جو بعد میں اس کے مقابل آئے[1]۔ ہمارے اس خیال کی توثیق دوسرے سوال کے جواب سے ہوتی ہے جو آگے آتا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں بعض علماء و امراء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر یہ چاہتے تھے کہ سود کی جواز کی صورت نکل آئے کیوں کہ دارالحرب میں حربی سے سود لینا جائز ہے۔ جواب میں امام احمد رضا نے ایسے لوگوں کا تعاقب کیا ہے اور لکھا ہے کہ دارالحرب قرار دے کر سود لینے کو تو تیار ہیں مگر ہجرت کو تیار نہیں جو بصورت دارالحرب واجب ہے۔ گویا جواب کا اصل محرک سود کے عدم جواز کے لئے شرعی بنیاد فراہم کرنا ہے نہ کہ کسی کو خوش کرنا۔ مولانا اشرف علی تھانوی بھی اس مسئلے میں امام احمد رضا کے ہم نوا تھے[2]۔

---

[1] سر آلفرڈ لائل نے لکھا ہے کہ تمام سیاسی یا غیر سیاسی جماعتوں کے لوگ ۔۔

"تاج برطانیہ کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری رکھنے میں متحد القلوب ہیں۔"

(آلفرڈ لائل، ہندی مملکت کا عروج و زوال، حیدرآباد دکن ۱۹۲۳ء)

[2] اشرف علی تھانوی: تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الہندوستان، مطبوعہ تھانہ بھون (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)

نوٹ: مولانا محمد قاسم نانوتوی غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں متذبذب نظر آتے ہیں۔"

(مکتوب قاسم العلوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء) ص ۳۴۶)

مولانا نذیر حسین نے ہندوستان کو دارالامان قرار دیا ہے۔"

(فضل حسین بہاری: الحیات بعد الممات مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۳)

مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محل نے ایک فتویٰ میں فرمایا ہے کہ بلاد ہند دارالحرب نہیں۔

(عبدالحئی، مجموعہ فتویٰ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء ج ۱ - ص ۳۰۲)

مولانا محمود الحسن بھی ہندوستان کو ایک حیثیت سے دارالحرب قرار دیتے ہیں مگر دوسری حیثیت سے دارالاسلام (حسین احمد: سفرنامہ شیخ الہند، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۶) بقیہ ص ۲۶

دوسرے سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔
اس سے سارے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں :۔

نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ——— بلاشبہ مشرکین ہیں
کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و نبوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت
وابنیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے۔ [1]

اس کے بعد لکھتے ہیں :

مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرماکر
جن یہود ونصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل
کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال ومباح ٹھہرایا۔ آیا نصاریٰ
زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے علی الاعلان تصریح
اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ، الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے قائل ہوں، انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا
ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کے نساء سے تزوّج
اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا؟ [2]

یہ سوال اٹھانے کے بعد امام احمد رضا نے علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بعض نے
ایسے نصاریٰ و یہود کو کتابیوں میں شامل کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین کے اجراء
سے منع کیا ہے اور بعض نے ان کو مشرکین میں شمار کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین جاری
کئے ہیں ——— اگر امام احمد رضا انگریزوں کے ذرہ برابر بھی خیر خواہ ہوتے تو وہ

(بقیہ حاشیہ صہ ۲۵) امام احمد رضا کے فتاویٰ میں تذبذب کا عالم نظر نہیں آتا۔ بقول ڈاکٹر محمد اقبال وہ جو کچھ کہتے ہیں نہایت غور وخوض کے بعد کہتے ہیں ——— بالکل واضح، حتمی اور قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ مسعود

[1] احمد رضا : اعلام الاعلام، ص ۹

[2] ایضاً، ص ۹ - ۱۰

یقیناً اختلافِ علماء سے فائدہ اٹھاتے انگریزوں کو کتابیوں میں شامل کرتے اور ان پر احکامِ مشرکین جاری نہ کرتے لیکن نہیں انہوں نے حد درجہ تقوے و احتیاط سے کام لیتے ہوئے اُس وقت اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا جب کہ انگریزوں کے خلاف رائے دینا سخت خطرناک تھا ـــــ انہوں نے احکامِ شرع کے اجراء و نفاذ میں کبھی اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ شریعت ہی کا پاس و لحاظ رکھا اور یہی ایک حق گو مفتی کا طرۂ امتیاز ہے ـــــ امام احمد رضا نے انگریزوں کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا :۔

> تاہم جب علماء کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتوے بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصاریٰ کے نساء و ذبائح سے احتراز کرے اور اگر آجکل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابنیت مانیں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ میں اختلافِ ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں۔ اگر فی الواقع یہود و نصاریٰ کتابی ہی ہوئے تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیرِ کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیئے ...... اور اگر انہیں علماء کا مذہب حق ہوا اور یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھہرے تو پھر نکاح زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ حرامِ مطلق والعیاذ باللہ! تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کے ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرامِ قطعی [1] ـــــ

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ابتداء ہی سے یہودیوں اور

[1] احمد رضا خاں: اعلام الاعلام۔ ص ۱۴۱

عیسائیوں سے ترکِ موالات کے قائل تھے اور اس معاملے میں جذباتیت سے زیادہ حقیقت پسندانہ نظریہ رکھتے تھے۔ اختلاف تھا تو یہ اور اصرار تھا تو یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے لئے حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس کے نتیجے میں مشرکین ہند سے دوستی نہ کی جائے ــــــــ

امام احمد رضا نے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے افکار و خیالات ــــــــ میں مداخلت اور قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا بلکہ بروقت اس کا تعاقب کیا چنانچہ ایک عیسائی پادری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ زچہ کے پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ لڑکی ہے یا لڑکا، حالاں کہ ہم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے یہ راز سربستہ معلوم ہو جاتا ہے ــــــ پادری مذکور کا یہ اعتراض ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں قاضی عبد الوحید نے ایک استفتاء کی صورت میں پٹنہ سے ارسال کیا اور جواب کے لئے تعجیل کی درخواست کی کہ پادری کی باتوں سے ایک مسلمان کے ایمان میں شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے ــــــ امام احمد رضا نے اس استفتاء کے جواب میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا :۔

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

اس رسالہ میں امام احمد رضا نے مسئلے کے ہر پہلو پر بڑی شافی بحث فرمائی ہے اور قاہرانہ دلائل پیش کئے ہیں اور آخر میں عیسائیوں کے بے سر و پا عقائد پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

سبحٰن اللہ! ــــــ اللہ کہاں! ــــــ رب السمٰوٰت والارض ــــــ عالم الغیب والشہادہ ــــــ سبحنہ وتعالیٰ ــــــ اور کہاں ــــــ کوئی بے تمیز، لونگا، ہیولی، ہبتعہ، ناپاک، ناشائستہ، کھڑے

ہوکر موتنے والا ع

بہیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی؟

خدارا انصاف ـــــ وہ عقل کے دشمن ، دین کے رہزن، جہنم کے کودن،
ایک اور تین میں فرق نہ جانیں ـــــ ایک خدا کے تین مانیں
ـــــ پھر ان تین کو ایک ہی جانیں ـــــ بے مثل ، بے کفو
کے لئے جورو بتائیں ، بیٹا ٹھہرائیں ـــــ اس کی پاک بندی
ـــــ ستھری، کنواری ، پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے
کی تہمت لگائیں ـــــ پھر خاوند کی حیات ، خاوند کی موجودگی میں
بی بی کے جو بچہ ہو ، اسے دوسرے کا گائیں ـــــ خدا اور خدا کا بیٹا
ٹھہرا کر ، اُدھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں ، اِدھر آپ اس کے خون
کے پیاسے ، بوٹیوں کے بھوکے ، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر ، دَر دَر
چبائیں ـــــ شراب ناپاک کو ، اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر
غٹ غٹ چڑھائیں ـــــ دنیا یوں گزری ـــــ ادھر موت
کے بعد کفارے کو اُسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں ـــــ لعنتی
کہیں ملعون بنائیں ـــــ اے سبحان اللہ ! ـــــ
اچھا خدا ، جسے سولی دی جائے ـــــ عجب خدا ،
جسے دوزخ جلائے ـــــ طرفہ خدا ، جس پر لعنت آئے ، جو بکرا
بنا کر بھینٹ دیا جائے ـــــ اے سبحان اللہ !
ـــــ باپ کی خدائی اور بیٹے کی سولی ـــــ باپ
خدا ، بیٹا کس کھیت کی مولی ؟ ـــــ باپ کے جہنم کو بیٹے ہی
سے لاگ ـــــ سرکشوں کی چھٹی ، بے گناہ پر آگ ـــــ
متی ، ناجی ـــــ رسول ، ملعون ـــــ معبود پر لعنت .

بندے مامون، ـــ تف تف! ـــ وہ بندے جو اپنے
ہی خدا کا خون چوسیں ـــ اس کے گوشت پر دانت رکھیں
ـــ اُف اُف! ـــ وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ
الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں ـــ سخت، فحش،
بیہودہ کلام گڑھیں اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں ـــ زہ زہ بندگی!
ـــ خہ خہ تعظیم! ـــ یہ یہ تہذیب! ـــ
قہ قہ تعلیم! ـــ [1]

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

اللہ اللہ! ـــ یہ قوم ـــ یہ قوم! ـــ سراسر لوم
ـــ یہ لوگ ـــ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ، جنہیں
جنوں کا روگ ـــ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں
اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں؟
اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون! [2]

جس سے محبت ہوتی ہے اُس کا اِس طرح ذکر نہیں کیا جاتا ـــ اُس پر اِس طرح نہیں برسا جاتا ـــ اُس کے عقائد و افکار کی اِس طرح دھجیاں نہیں اڑائی جاتیں ـــ اُس پر اِس طرح ملامت و نفرین نہیں کی جاتی ـــ!

[1,2] احمد رضا: الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹، ۲۱

نوٹ: جو حضرات ادب کی گہرائیوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قلم میں یہ روانی اور فکر کی یہ جولانی برسوں ریاض کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی شاذ و نادر ـــ امام احمد رضا یہاں مفتی سے زیادہ قادر الکلام ادیب معلوم ہوتے ہیں، مفتیوں میں قادر الکلامی عنقا ہے۔

مسعود

قوم پرست مسلمان علماء، ودانشوروں کو کفار ومشرکین ہند سے تعلق خاطر تھا تو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے مسلمان مخالفین کے مقابلے میں کفار ومشرکین کا ذکر عزت واحترام بلکہ عقیدت سے کیا ہے ، تاریخ وسیاست ہند پر ان کی تصانیف میں ایسے بہت سے نظائر مل جائیں گے مگر امام احمد رضا نے اپنی کسی تصنیف میں کسی غیر مسلم کا ذکر عزت واحترام سے نہیں کیا ۔

امام احمد رضا شریعت اسلامیہ کے خلاف انگریز تو انگریز ، انگریزی حکومت کی بھی بات ماننے کو تیار نہ تھے ۔ چنانچہ مسجد کانپور کا واقعہ اس حقیقت پر گواہ ہے ۔

۱۹۱۳ء میں مچھلی بازار ، کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبالیا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتی کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی ، راجہ صاحب محمود آباد اور سر رضا علی وغیرہ شامل تھے ، لفٹیننٹ گورنر سے ملا ——— اور پھر ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی ؛ جن میں ایک شرط یہ تھی :-

> چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لئے جائیں گے لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تاکہ راہ رو اس پر سے گزر سکیں ۔[۱]

اس معاہدے کے سلسلے میں جب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب (نائب منصرم) مجلس مؤید الاسلام) نے ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) سے ایک استفتاء بھیجا ——— امام احمد رضا کی طرف سے جواب استفتاء میں چند امور کی وضاحت طلب کی گئی تاکہ کوئی بات ڈھکی چھپی نہ رہے ، تحقیق و تفتیش کے بعد فتویٰ صادر کیا گیا ، اس میں

---

[۱] سر رضا علی : اعمال نامہ مطبوعہ دہلی ، ص ۳۲۵

نہ انگریزی حکومت کی رعایت کی اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی۔ امام احمد رضا انگریز کو تو خاطر میں نہ لاتے تھے البتہ دوست کا پاس خاطر نہ دی تھا مگر اس کی پرواہ کیے بغیر فیصلہ نافذ فرمایا ـــــ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منگاکر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کاروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہوسکے، مگر افسوس کہ جتنا غور حق و تفتیش سے کام لیا، اسکی شناعت ہی بڑھتی گئی۔ ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا۔ عالم مذکور (عبدالباری) سے مراسم قدیم حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالےٰ غالب نہ آسکتے تھے۔ [1]

چوں کہ یہ شرط "مسئلہ اسلامی" وقف بالعوض یا بلاعوض قابل انتقال نہیں" کے خلاف تھی اس لیے امام احمد رضا نے نہ انگریز لفٹیننٹ گورنر کی پرواہ کی اور نہ وائسرائے ہند کی ـــــ اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی۔

(۲) عدالت و حکومت

امام احمد رضا انگریزی عدالتوں سے سخت متوحش تھے، وہ انگریزی عدالتوں میں چارہ جوئی کو اسلامی اور معاشی نقطہ نظر سے مہلک تصور کرتے تھے۔ چناں چہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے مسلمانوں کے اصلاح حال کے لیے چند تدابیر پیش کی تھیں، ان میں پہلی تدبیر و تجویز کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :۔

[1] احمد رضا: ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء) مطبوعہ بریلی ص: ۸

نوٹ: ابانۃ المتواری کی اشاعت اوّل کا ایک نسخہ مولانا اکبر حسین ورسی (کراچی) سے راقم کو ملا۔ اس میں مولانا امجد علی کی تذییل بعنوان قامع الواہیات من جامع الجزئیات بھی شامل ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۱۳ء میں مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں سے چھپا۔ مسعود

اولاً باستثناء ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔ [1]

پھر آگے چل کر مسلمانوں کی غفلت و بے خبری کا ذکر کرتے ہوئے اس تجویز پر عمل کا حال لکھتے ہیں:

اوّل پہ یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی نہ ہو تو منظور نہیں اور کچہری جاکر، اگر گھر کی بھی جاتے، ٹھنڈے دل سے پسند ـــــ گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں ـــــ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟ فهل انتم منتهون؟ [2]

امام احمد رضا نے یہ تجویز پیش کر کے ایک طرف مسلمانوں کو انگریزی عدالتوں میں جانے سے روکا ہے اور دوسری طرف انگریزوں سے ترک موالات کی ایک دائمی صورت بتائی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع ہی نفع ہے اور نقصان کچھ نہیں ـــــ امام احمد رضا جذباتی ترک موالات کے قائل نہ تھے جس میں نقصان زیادہ ہوتا ہے، فائدہ کم ـــــ

امام احمد رضا انگریزوں کی عدالتوں میں چارہ جوئی کو نہ صرف معاشی طور پر بُرا جانتے تھے بلکہ حمیت و غیرت اسلام کے منافی سمجھتے تھے کہ جس قوم میں فیصلے کیلئے قرآن و حدیث کو حَکَم بنا دیا گیا وہ خُدا و رسول کے دشمنوں کی عدالت سے رجوع کر کے اسلام کو لوں رسوا کرے ـــــ! چنانچہ جب مسئلہ اذان ثانی کے مسئلے پر ان کے ہم عقید اور کرم فرما علماء کے متبعین نے امام احمد رضا کے خلاف چارہ جوئی کا فیصلہ

[1] احمد رضا، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور، ص ۵

[2] ایضاً

کیا اور اس کی خبر ان کو ہوئی تو انہوں نے اپنے خلیفہ مجاز مولانا عبد السلام جبل پوری کو درد و کرب کے ساتھ اس کی اطلاع دی اور لکھا :۔

مخالفین عاجز آکر وہابیہ کی روش چلا چاہتے ہیں، نصاریٰ کے ہاں نالش!
——— وحسبنا اللہ ونعم الوکیل! ——— دُعا فرمائیں کہ مولیٰ سبحانہٗ
ان کو اس ارادۂ ملعونہ اور دیگر ارادات فاسدہ ایذا رسانی، آبرو ریزی سے
جن پر ان کے یہاں جلسہ ہو کر اجماع ہو گیا ہے، باز رکھے۔ آمین! [1]

اور جب مخالفین نے انگریزی عدالت میں دعوے دائر کر دیا اور امام احمد رضا کے نام عدالت سے سمن جاری ہوا تو جو کچھ ہوا وہ ایک عینی شاہد سید الطاف علی بریلوی [2] کی زبانی سنیئے :۔

"اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے ——— اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدے میں آیا علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی "نزد منبر یا صحن مسجد ہو" کے مسئلے پر اختلاف تھا جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بنا پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کدے پر جمع

[1] محمد برہان الحق جبل پوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء ص ۱۳۰

[2] سید الطاف علی بریلوی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اور سہ ماہی "العلم" (کراچی) کے مدیر ہیں۔ ابھی بقید حیات ہیں۔ کراچی میں رہتے ہیں، موصوف نے امام احمد رضا کا زمانہ پایا اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے، خود تو مسلکاً بریلوی نہیں ہیں۔ البتہ ان کے ماموں سید ایوب علی رضوی امام احمد رضا سے بیعت تھے اور مسلسل ۲۶ سال تک ان کے پیش کار رہے۔ سید صاحب نے چند باتیں چشم دید بیان کی ہیں اور چند باتیں اپنے ماموں سے روایت کی ہیں۔ بہر حال تاریخی نقطۂ نظر سے ان کا بیان مستند اور قابل توجہ ہے۔ مسعود

ہو گئے، نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ
ڈیرے ڈال دیتے، رات دن اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب
وہ سب جان قربان کردیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔[1]

اگر امام احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی عدالت سے اس طرح نفرت کرتے اور یوں عزت وناموس کو خطرے میں ڈالتے بلکہ بلاوا آتے ہی خوشی خوشی حاضر ہوتے ——— سید الطاف علی بریلوی نے غالباً اسی قسم کے شواہد کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے :۔

سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت
تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کا یا
ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی
تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم
نہ تھی۔"[2]

امام احمد رضا تو انگریزی عدالت سے نفرت کرتے ہی تھے، ان کے صاحبزادگان مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا حامد رضا خاں صاحب بھی نفرت کرتے تھے چنانچہ ایک مقدمے میں شہادت کے لیے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں کو ایک ایسی عدالت میں بلایا گیا جو بریلی سے ۴۰۰ میل دور واقع تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا اپنے خلیفہ مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری کو لکھتے ہیں :۔

معاملہ ممبری میں بحمداللہ میرا نام تو نہیں تھا مگر مصطفیٰ رضا کا نام شہود میں لکھوایا
ہے۔ وہ بحمداللہ کچہری سے گھبراتا ہے۔ کل اس نے ایک طویل مضمون مجھے

[1] روزنامہ جنگ (کراچی)، شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۱ء، ص ۶، ک ۵-۶
[2] ایضاً ، ، ، ک ۴-۵

لکھ کر دیا ہے کہ قانوناً ۰۰ میل کے فاصلے سے حاضر ہونا نہیں پڑتا۔ [۱]

اسی طرح مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبۂ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں مقدمہ بازیوں پر سخت تنقید کی ہے اور فرمایا کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کا مال دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے جو اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں:۔

> روزانہ کچہریوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ [۲]

امام احمد رضا انگریزی عدالت ہی سے نہیں انگریزی حکومت سے بھی نفرت کرتے تھے، وہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد دینے کے خلاف تھے حالاں کہ خود ترک موالات کے بعض لیڈروں نے چند سال قبل ترکوں کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت میں مسلمان فوجی بھیجے۔ تحریک ترک موالات کے سرگرم رہنما مولانا معین الدین اجمیری باوجود امام احمد رضا کی مخالفت کے یہ اعتراف کرتے ہیں:

> ترکِ موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔ [۳]

امام احمد رضا کو نہ صرف انگریزی حکومت بلکہ انگریزی بادشاہوں سے بھی نفرت تھی چنانچہ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ وہ لفافے پر ٹکٹ بھی الٹا لگایا کرتے تھے، سید

---

[۱] محمد برہان الحق جبل پوری: اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، ص ۴۱

[۲] حامد رضا خاں: خطبۂ صدارت، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۲۵ء، ص ۴۱

[۳] معین الدین اجمیری: کلمۃ الحق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء، بحوالہ

رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۴۷۵

الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں :-

بقول سید الحاج ایوب علی رضوی مرحوم (جن کو ۴۵ سال تک پیش کار رہنے کا اوپر ذکر آچکا ہے) حضرت مولانا ڈاک کے ٹکٹ لفافے پر ہمیشہ الٹا لگاتے تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے۔ [1]

یہ اہتمام نہ صرف لفافوں بلکہ بعض اوقات پوسٹ کارڈ پر بھی ملکہ اور بادشاہ کا سر نیچے کی طرف رکھ کر اور پتہ لکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے مقالہ کی تبییض کے دوران علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) کے پروفیسر ابرار حسین صاحب کا خط آیا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :-

کل ایک طالب علم نے اعلیٰ حضرت کے خط کا عکس بھیجا ہے، اعلیٰ حضرت کے پتے تحریر کرنے کا انداز بڑا دلچسپ ہے اور سیاسی نظریات کی ترجمانی کرتا ہے، پتہ تحریر کرتے ہوئے آپ نے ملکہ کا سر نیچے رکھا ہے، یعنی اُلٹی طرف سے شروع کیا ہے۔ [2]

مکتوب مذکور کے چند روز بعد حکیم محمد موسیٰ امرتسری (صدر مرکزی مجلس رضا لاہور) کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں اس خط کا عکس رکھا ہوا تھا ـــــ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا جاری کردہ ایک پیسہ والا پوسٹ کارڈ ہے جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر بنی ہے، یہ کارڈ یوم العرفہ ۱۳۱۳ھ / (۲۴ مئی ۱۸۹۶ء) کو مدرسہ طیبہ، احمد آباد (بھارت) کے مدرس، صاحب السیف المسلول مولانا نذیر احمد رام پوری (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے نام ارسال فرمایا جو ۲۷ مئی ۱۸۹۶ء کو احمد آباد پہنچا۔

امام احمد رضا کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ لفافے پر زیادہ ٹکٹ لگا کر انگریزی حکومت کو معمولی نفع بھی پہنچایا جاسکے۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے :-

---

[1] اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ ۲۵ رجنوری ۱۹۷۹ء، ص ۶، ک ۵

[2] مکتوب پروفیسر ابرار حسین، شعبہ سائنس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد محررہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

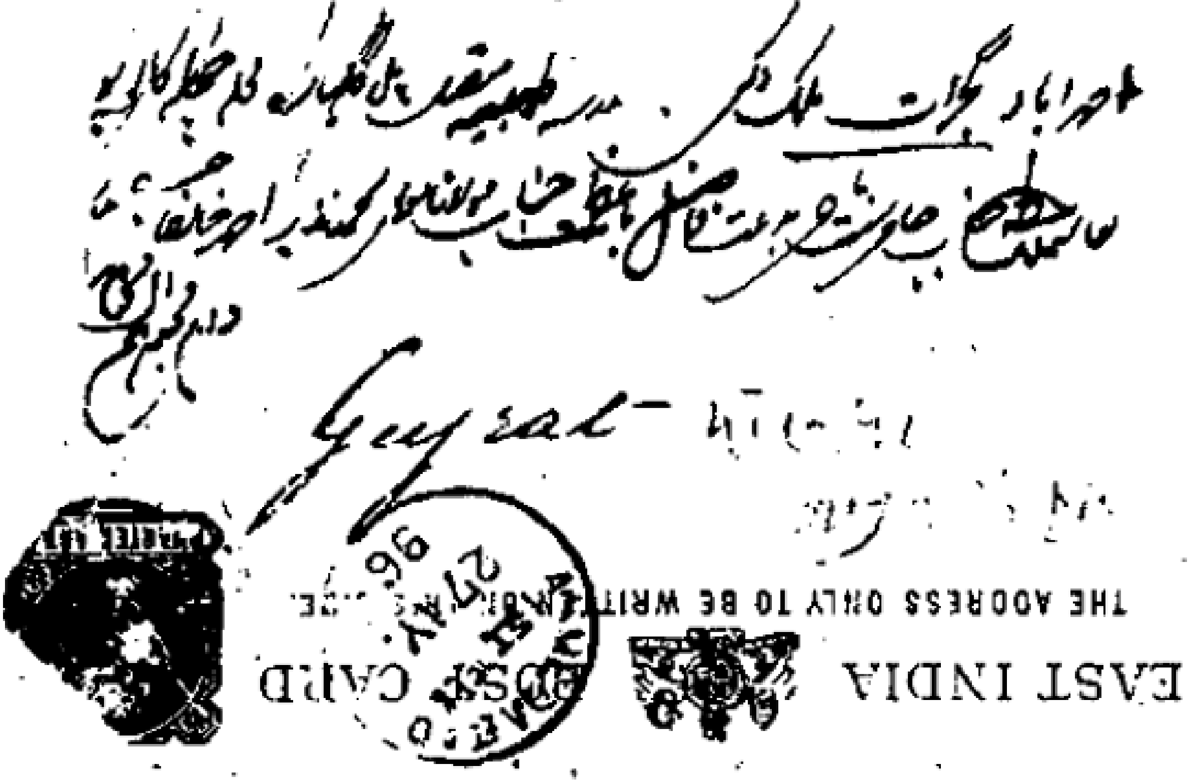

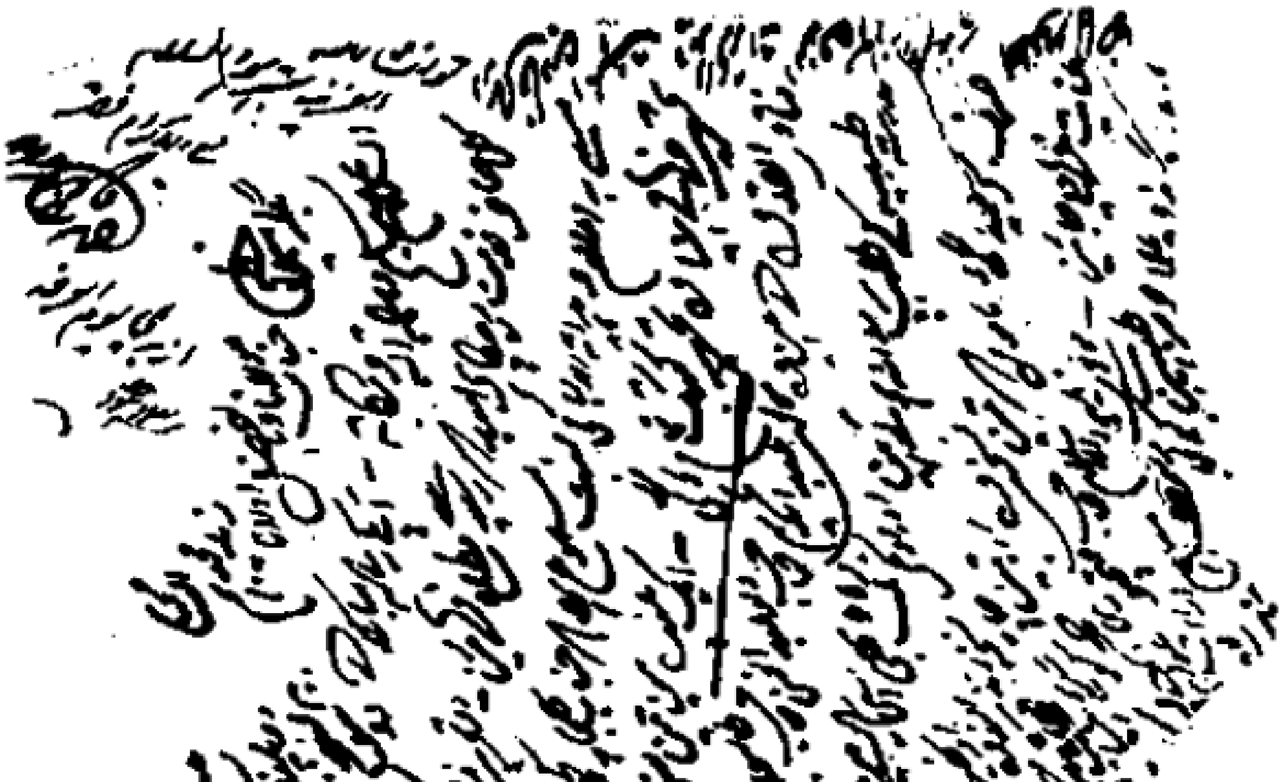

یہ مکتوب جناب صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ ابن مولانا عبدالقادر شہید، جامعہ قادریہ فیصل آباد
نے عنایت فرمایا ہے اور فلم برادرم غلام حسین منہاس نے تیار کرائی ہم دونوں حضرات کے شکر گزار ہیں۔

میرٹھ کے ایک دین دار بہت بڑے رئیس حاجی علاؤالدین صاحب ایک مسئلہ کے استفسار کے سلسلے میں مولوی محمد حسین میرٹھی (موجد طلسمی پریس) کے ہمراہ امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے ——————

حضرت نے دریافت فرمایا کہ "آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں، حالاں کہ ۲ پیسے میں لفافہ آتا ہے" —— حاجی صاحب نے فرمایا کہ، حضور، ۲ کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں"

—— فرمایا کہ، "بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیا؟" ——

حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ [1]

ایسے سکے اور ٹکٹ جن پر تصویریں بنی ہوں شرعاً ان کا رکھنا جائز ہے کہ ضروریات زندگی میں ایک اہم ضرورت ہے لیکن امام احمد رضا نے اس معاملے میں رخصت پر نہیں عزیمت پر عمل کیا چناں چہ روز وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو وصال سے دو گھنٹے ۱۷ منٹ قبل جو وصیت نامہ لکھوایا اس میں پہلے نمبر پر یہ وصیت ہے:

(۱) شروع نزع کے قریب کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ [2]

ظاہر ہے کارڈ لفافوں اور روپیہ پیسے پر ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور چارج پنجم ہی کی تصاویر تھیں مگر یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ جب وقت وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوں تو ان کے آس پاس کسی انگریز بادشاہ کی تصویر ڈاک کے ٹکٹوں اور سکوں کی صورت میں بھی موجود ہو —— وصایا نگار مولانا حسنین رضا خاں —— لکھتے ہیں: —

جب ۲ بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے، وقت پوچھا —— عرض کیا

---

[1] ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) جلد اول، مطبوعہ کراچی، ص ۱۲۰

[2] حسنین رضا خاں، وصایا شریف: مطبوعہ لاہور، ص ۹

گیا ــــــ فرمایا ، "گھڑی کھلی سامنے رکھ دو" ــــــ

یکایک ارشاد فرمایا ، "تصاویر ہٹا دو" ــــــ یہاں تصاویر کا
کیا کام ! ــــــ یہ خطرہ گذرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا :۔
یہی کارڈ ، لفافے ، روپیہ ، پیسے [1]

اللہ اکبر ! وصیت نامہ لکھوایا اور ایک ایک بات پر عمل کرایا ــــــ نزع کے وقت ہوش گم ہو جاتے ہیں مگر اس کے محبوب اس اطمینان و سکون سے جاتے ہیں کہ جانا معلوم ہی نہیں ہوتا ہے

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں کو بھی انگریزی حکومت سے

---

[1] حسنین رضا خاں : وصایا شریف ، ص ۸

(نوٹ) امام احمد رضا کی تقویٰ شعاری کا یہ عالم ہے اور ان کے مقابلے میں مولانا محمد علی جوہر جن کو انگریزوں کا سخت مخالف کہا جاتا ہے تصویروں سے بہت پیار رکھتے تھے ، اُس وقت بھی جب وہ انگریزوں کے خلاف جد و جہد میں مصروف تھے ، قول و عمل کا یہ تضاد سخت حیران کن ہے ــــــ مولانا کے دوست ، مولانا عبدالماجد دریا آبادی راز درون خانہ کو طشت از بام کرتے ہوئے لکھتے ہیں ، کہ مولانا محمد علی جوہر تصویروں کے بڑے شائق تھے وہ سب کمروں میں تصویریں لگا رکھی تھیں اور ڈرائنگ روم پورا نگار خانہ ہی تھا ۔ یہاں تک کہ انگریزی مذاق کے ماتحت بعض تصویریں نیم عریاں بھی ــــــ دوست احباب منع کرتے ، کسی کی نہ سنتے ۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں اندرون خانہ یہ نگار خانہ موجود تھا ۔ سیکھ سنہ ۱۹۲۲ء میں یہ سب تصویریں اتار دیں ۔ (ملخصاً)

(عبدالماجد ، محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند ورق ، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۵۴ء ، ص ۵ تا ۳ ، ۲۸ ، ۳۰)

جو حضرات امام احمد رضا پر حرف گیری کرتے ہیں ان حقائق کی روشنی میں امام احمد رضا کے اخلاص نیت اور تقویٰ شعاری کی قدر کریں ۔ ان کا قول و عمل ہر قسم کے تضادات سے پاک تھا ۔ مسعود

نفرت تھی چنانچہ اُنہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی ملازمت ترک کر کے تجارت کی طرف متوجہ ہوں تاکہ ان کی معیشت مستحکم ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

برادرانِ ملت ! نوکری اور ملازمت کا خیال چھوڑ کر، تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہو جاتے ہو۔ [1]

جس ترک موالات کی انہوں نے تعلیم دی وہ جذباتی نہیں، ہوشمندانہ تھی ـــــ وہ اس کے قائل نہ تھے کہ جذبات کی رو میں بہہ کر، ملازمت چھوڑ کر، ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھ رہا جائے بلکہ وہ اس کے قائل تھے کہ ملازمت چھوڑی جائے تو ایک جامع معاشی پروگرام کے تحت ـــــ یہ ترک موالات دانشمندانہ بھی ہے اور مومنانہ بھی۔

(۳) تعلیم و تہذیب

امام احمد رضا انگریزی اور انگریزی تعلیم کو ملت اسلامیہ کے لئے مذہبی نقطۂ نظر سے غیر مفید سمجھتے تھے اور انگریزی نظام تعلیم سے متنفر تھے۔ چنانچہ تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں کفار و مشرکین ہند سے وداد و اتحاد کے خلاف جو رسالہ تحریر فرمایا اسمیں انگریزی نظام تعلیم پر بھی سخت تنقید کی ہے، لکھتے ہیں :۔

انگریزی اور بے سود تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیّت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے ؟ [2]

---

[1] حامد رضا خاں : خطبہ صدارت، ص ۳۹

[2] احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم ۱۹۷۶ء، لاہور، ص ۹۳

یہ وہی رسالہ ہے جس کے لئے مخالفین کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انگریزوں کے ایماء پر لکھا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزی اور انگریزی تعلیم پر یوں تنقید نہ کی جاتی اور یہ تلخ کلمات نہ کہے جاتے۔ ان کلمات کی قدر و قیمت کا اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے جس نے دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ گزشتہ ایک صدی میں انگریزی اور انگریزی تعلیم کے مثبت اور منفی اثرات کا تقابلی جائزہ لیا ہو ——— آج بھی ہم ان تنقیدات سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں ——— ہمارا نصاب تعلیم ہم کو نہ مسلمان بناتا ہے اور نہ سچا پاکستانی ——— جو طالب علم صحیح معنوں میں مسلمان اور پاکستانی ہیں اس میں ان کے خاندانی ماحول کا دخل ہے نصاب کا نہیں ——— اسلامی نقطۂ نظر سے ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ یہ جانیں کہ

- ——— ہم کیا ہیں ——— ؟
- ——— ہمارا دین کیا ہے ——— ؟

انہیں دو سوالات کے جواب میں ہماری قومی تعمیر کا راز مضمر ہے ———

امام احمد رضا کی زندگی میں بریلی سے الرضا کے نام سے ایک ماہنامہ جاری ہوا جس کے مدیر امام احمد رضا کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں تھے، اس ماہنامے کے ایک شمارے میں بھی انگریزی تعلیم اور انگریزی نظام تعلیم پر بے لاگ تنقید کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

> علیٰ ہذا انگریزی درسگاہیں، خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ، کالج و یونیورسٹیاں ہوں یا تحصیل اور پرائمری مدارس و مکاتب مشرقی زبان کی درسگاہیں ہوں، خواہ مغربی زبان کی ——— وہ جس مقصد کے لئے جاری کی گئی ہیں اس کے سوا دوسرا مقصد ان سے حاصل نہیں ہو سکتا ———
>
> وہ مسلمان کو مسلمان بنانے، اسلامی زندگی کی حفاظت کرنے، اسلامی عادات و خصائل کو رواج دینے، دینداری کے خوگر اور عادی بنانے

کے کام میں نہیں آسکتیں ـــــ ان کے پڑھے ہوئے طلبہ، اسلامی عقائد، اسلامی محبت و مودت، اسلامی اخوت و اتحاد، اسلامی طرز معاملت و معاشرت کا نمونہ نہیں ہو سکتے۔ غرض اسلامی حیثیت سے یہ مسلمان کے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں ہیں[1]

انگریزی نظام تعلیم کا کیسا دل لگتا تجزیہ کیا ہے! ـــــ آج جب کہ انگریزی نظام تعلیم کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، اس تنقیدی جائزے کی ایک ایک بات دل میں اترتی جاتی ہے ـــــ یہ تنقید کوئی ایسا ماہنامہ نہیں کر سکتا جس کا سرپرست انگریزوں کا خیرخواہ ہو۔

نہ صرف انگریزی نظام تعلیم بلکہ انگریزی تہذیب و تمدن سے بھی امام احمد رضا کو دلی نفرت تھی چنانچہ فتاوے رضویہ میں ایک استفتا کے جواب میں لکھتے ہیں :-

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب بحرام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار، مستحق عذاب ـــــ والعیاذ باللہ العزیز الغفار ـــــ [2]

یہی وجہ ہے کہ جب ندوۃ العلماء کے اجلاس میں انگریزی وضع قطع کے لوگ شریک ہوئے تو امام احمد رضا نے طنزاً یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

وان تبتغوا من التقوے لباسا
فہذا کوٹ و پطلون جدید[3]

ترجمہ: اگر تمہیں پرہیزگاری کا لباس درکار ہو تو یہ نئے نئے کوٹ پتلون ہیں۔

امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبہ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں انگریزی تہذیب و تمدن پر جو بے لاگ تنقید کی ہے وہ بھی قابل

[1] الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۵

[2] احمد رضا : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد سوم، مطبوعہ لائل پور، ص ۴۴۲

[3] احمد رضا : آمال الابرار و آلام الاشرار، ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء، مطبوعہ نظام آباد، ص ۲۰

مطالعہ اور لائق توجہ ہے ـــــــ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ مرادآباد (۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ / مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء) کے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرمایا: ـ

ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے، نصاریٰ سے ان کے تعلقات گہرے تھے، جب انہوں نے مسلمانوں کی تمدن کی طرف نظر کی تو اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سرمایہ نہ رکھتے تھے، نہ علماء سے صحبت و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا، نصرانیوں کی صحبت میں زندگی گزاری تھی، ان کی خو بو طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اسی سانچے میں ڈھالنے اور نصاریٰ کے تمدن میں رنگنے کے درپے ہو گئے حتیٰ کہ جو نوجوان ان کے ہاتھ آئے، ان کی زندگی کا طرز انہوں نے نصاریٰ کے مطابق کرایا ـــ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا ـــــــ تباہی و بربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں نے اسکو محسوس بھی کر لیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس طریق زندگی میں تبدیلی کرنے سے تو مجبور تھے بناچار اپنے سکھائے ہوئے تمدن کو مفید بنانے کے لئے انہوں نے اسلام سے مخالفت شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھوڑنے اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہو گئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہر یلا اثر ہوا۔ ؎

مولانا حامد رضا خاں نے پاک و ہند میں مسلمانوں کے اندر انگریزی تہذیب و تمدن کے اثرات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ حقیقت پسندانہ ہے۔ اس میں شک نہیں جو طبقہ

؎ حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت، مطبوعہ مرادآباد، ۱۹۲۵ء

انگریزی تہذیب و تمدن سے مرعوب و متاثر ہوا اس طبقے نے اپنی تہذیب و تمدن سے نفرت کی اور نفرت سکھائی حتیٰ کہ چہرے داڑھیوں سے محروم ہو گئے ـــــ اور بدن اسلامی لباس سے ـــــ سروں سے ٹوپیاں غائب ہو گئیں، عورتوں کے برقعے تو اُترے ہی تھے، دوپٹے بھی اُتر گئے ـــــ گھروں میں فرش و فروش عنقا ہو گئے اور جہاں کہیں صوفوں کے نیچے دیکھے گئے، پیروں تلے روندے گئے ـــــ کسی قوم کو اپنی تہذیب اس طرح خوشی خوشی روندتے نہ دیکھا ہوگا ـــــ کمرۂ ملاقات سے کتابیں نکال دی گئیں اور مجسّمے سجائے گئے ـــــ جس بُت خانے کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھایا تھا اب وہ گھر گھر دیکھے جانے لگے ـــــ دل و دماغ عربی و فارسی سے بیگانہ ہو کر ماضی سے کٹ گئے ـــــ افسوس نئے جہان کی تلاش میں اپنا جہاں کھو دیا ـــــ یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے ـــــ سب مطمئن رہے اور مطمئن ہیں ـــــ جب تک بیقرار نہ ہوں گے قرار نہیں ملے گا ـــــ جب تک بےچین نہ ہوں گے، چین نہیں ملیگا۔ ـــــ!

(۴) فکر و خیال

امام احمد رضا کا فکر و خیال اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا ـــــ وہ کسی انگریزی فکر کو خاطر میں نہ لاتے تھے ـــــ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عیسائی سائنس دانوں پر سخت تنقیدات کی ہیں اور اپنے دلائل سے ان کے افکار کا تعاقب کیا ہے حالاں کہ محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ چپ رہتے۔ دیکھئے امام احمد رضا کہتے ـــــ مگر نہیں انہوں نے دیمقراطیس پر تنقید کی، آئزک نیوٹن پر تنقید کی، البرٹ آئین اسٹائین پر تنقید کی، البرٹ ایف۔ پورٹا پر تنقید کی اور اُس کے مزعومات کا

دلائل قاہرہ سے باطل کیا اور واقعی وہ باطل ہی قرار پاتے۔ [1]

آئزک نیوٹن (م ۱۷۲۷ء) پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

نیوٹن نے لکھا ہے کہ اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اس کی مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی۔ [2]

پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اہل انصاف دیکھیں سردار ہیأۃ جدیدہ نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات کہی ہے۔ [3]

اسی طرح امریکی سائنس داں البرٹ آئین اسٹائن (م ۱۹۵۶ء) کے نظریات پر تنقید کی ہے۔ آئین اسٹائن، امام احمد رضا کے معاصرین میں تھا ——— ایک اور معاصر امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ الیف۔ پورٹا پر تنقید کی ——— جب اس کی پیش گوئی بانکی پور (پٹنہ) کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں شائع ہوئی تو مولانا ظفر الدین بہاری نے اس کا تراشہ ملاحظہ کے لئے بھیجا اور امام احمد رضا سے رائے طلب کی ——— آپ نے پروفیسر مذکور کے لئے تحریر فرمایا :

---

[1] سان فرانسسکو (امریکہ) کے ماہر نواقب ہیئت داں پروفیسر البرٹ الیف۔ پورٹا نے ۱۹۱۹ء میں پیش گوئی کی کہ ۱۷، دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بعض سیاروں کے آجانے سے کشش کے نتیجے میں دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی۔ ۱۸، اکتوبر ۱۹۱۹ء کے انگریزی اخبار ایکسپریس (بانکی پور، بھارت) میں یہ خبر شائع ہوئی جس سے پاک و ہند میں تہلکہ پڑ گیا۔ جب اس سلسلے میں امام احمد رضا سے رجوع کیا گیا تو آپ نے اپنے علمی دلائل سے اسکو باطل قرار دیا اور اس کے خلاف ایک رسالہ معین مبین بہر دور شمس سکون زمین (۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا۔ نیویارک ٹائمز (امریکہ) کے ۱۸، دسمبر ۱۹۱۹ء کے شمارے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ممالک میں ۱۷، دسمبر کو بڑی ہلچل مچی اور دنیا بھر کے ہیئت داں دوربینیں لیے مطالعہ سماوی میں مصروف رہے مگر بالآخر وہی ہوا جو امام احمد رضا نے فرمایا تھا۔ وہ دن خیر و عافیت سے گزرا اور کچھ نہ ہوا۔ بیشک "اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ"۔ مسعود

[2] فوز مبین در رد حرکت زمین مشمولہ ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء ص ۳۹

[3]

کس عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا، سراپا اغلاط سے مملو ہے۔[1]

اس کے بعد امام احمد رضا نے پروفیسر موصوف کے جواب میں علم ہیئت پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس میں اس کی مزعومات کو باطل قرار دیا اور حقیقۃً وہ باطل ہی ہوگئیں۔

(۵) موئیدین، متقلدین ومحبین نصاریٰ

امام احمد رضا نے نہ صرف انگریزوں بلکہ ان کے خیر خواہوں، مقلدوں اور چاہنے والوں پر بھی تنقید کی ہے، اگر وہ خود انگریزوں کے اشارے پر چلتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ، اور انگریز اُن کے خیر خواہ، بقول علامہ اقبال، قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز ووکنگ (انگلستان) اور عاشق آباد (روس) میں قائم ہوئے۔ بہرکیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا اور ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۶ء میں کانپور سے موصولہ ایک استفتاء کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا:

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

۱۳۱۵ھ

یہ رسالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) کے کئی شماروں میں مسلسل شائع ہوا پھر بریلی سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔[2]

---

[1] احمد رضا: مکتوب محررہ ۱۴ رصفر ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء بنام مولانا ظفر الدین بہاری

[2] امام احمد رضا کے رسالے السوء والعقاب (اشاعت اوّل ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) کے ساتھ مولانا حامد رضا خاں کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مستقل ایک ماہوار رسالہ جاری کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے، اس کے لیے انہوں نے چندے کی اپیل کی ہے۔ یہ اپیل ۱۴ ذوالقعدہ ۱۳۲۰ھ کو کی گئی۔ مسعود

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں خود امام احمد رضا نے مولوی محمد عبدالغنی امرتسری کے استفتاء کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے :۔

السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء

اس کا پہلا اڈیشن (مطبوعہ بریلی ۱۳۲۰ھ) ہمارے سامنے ہے۔ اس رسالے میں امام احمد رضا نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد قرار دیا اور ان تمام افراد کو بھی جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کو نبی مانتے ہیں ـــــــ امام احمد رضا کے بھائی مولانا محمد حسن رضا خاں کی ادارت میں قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ جاری ہوا جس کا عنوان ہے :۔

قہر الدیان علی مرتد بقادیان

۱۳۲۳ھ

ایک شمارے کا دوسرا ایڈیشن (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء) جو سید ایوب علی رضوی کے زیر اہتمام شائع ہوا راقم کے سامنے ہے ـــــــ الغرض قادیانیوں کے خلاف امام احمد رضا، ان کے برادر اور صاحبزادگان نے بہت کچھ لکھا اور جدوجہد کی[۱] ـــــــ پاکستان میں چلنے والی پہلی تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں امام احمد رضا کے معتقدین اور متوسلین آگے آگے رہے اور بہت سوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۱۹۷۴ء میں چلنے والی دوسری تحریک ختم نبوت میں امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی[۲] کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی اور دوسرے خلیفہ مولانا امجد علی اعظمی

---

[۱] ایک رسالہ بعنوان "الرد الربانی علی راس الوسواس الشیطانی" شائع کیا گیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا بھی ایک رسالہ بعنوان "الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی (۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) محبوب پریس دہلی میں چھپا۔ مسعود

[۲] مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا جو انگریزی، عربی اور اردو میں شائع ہوا۔ اردو میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" عربی میں "المرآۃ" اور انگریزی میں The Mirror کے نام سے شائع ہوا۔ مسعود

کے صاحبزادے علامہ عبد المصطفےٰ الازہری نے اہم خدمات انجام دیں۔ ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں حزب اختلاف نے قرارداد پیش کی اور بالآخر منظور ہوئی ________ ۱۳۱۵ھ میں مولانا حامد رضا خاں صاحب، ۱۳۲۰ھ میں امام احمد رضا خاں اور بہت سے علماء نے جو فتوے دیا تھا آخر کار پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس کو نافذ کیا اور وہ ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آیا۔

امام احمد رضا نے انگریزوں کے مقلدوں اور ان کے چاہنے والوں اور ان سے مدد لینے والوں کے خلاف بھی سخت تنقیدات کی ہیں۔ چنانچہ سر سید احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت و فروغ کے لیے جو کچھ کیا اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں مسلمان قوم پرستوں نے کفار و مشرکین کی تقلید میں جو کچھ کیا اس کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

نصاریٰ کی یہ غلامی کہ پیر نیچر نے تھامی، لیڈر جس کے اب زبانی ستا کی ہیں
اور دل سے پرانے حامی[1]، اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع،

[1] مثلاً مولانا محمد علی جوہر جو تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) میں انگریزوں کے مخالف تھے مگر اس سے پہلے اس کے حامی تھے چنانچہ پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی گئی جس کا خود مولانا نے اس طرح ذکر کیا ہے :۔

"ہم نے بندرہ سو کروڑ روپیے اور لاکھوں آدمی میدانِ جنگ بھیجے، اپنا ایمان بھی قربان کیا.....
مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں کے خلاف تلوار اٹھائی" (اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۴۰)

اسی طرح مسٹر گاندھی جنہوں نے تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کی بنیاد رکھی اور انگریزوں سے عدم تعاون کا چرچا کیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگِ عظیم میں ہندوستانی فوجیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھیجا۔ ایک عینی شاہد سید سلیمان اشرف بہاری لکھتے ہیں :۔ "جب ہندوستانی فوجیں اس جنگ میں ترکوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجی جانے لگیں تو کسی نے کچھ نہ کہا۔ مسٹر گاندھی نے فوجوں کو بھیجنے اور سپاہی بھرتی کرنے میں بڑی جد و جہد کی"

(سید سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، ص ۴۹، ۵۰)

شیوعِ دہریت و فروغِ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی ____

انگریزی تہذیب وتمدن کی تقلید سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں امام احمد رضا نے اس کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے اور ایک ایک خرابی کو گنایا ہے جس سے انگریزی تہذیب کے بارے میں ان کے افکار و خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بقول امام احمد رضا اس تقلید سے یہ خرابیاں پیدا ہوئیں :-

تشبہ وضع ____ یعنی مسلمانوں نے اسلامی وضع قطع چھوڑ کر رفتہ رفتہ انگریزی وضع قطع اختیار کرلی اور اپنی تہذیب چھوڑ کر انہیں کے رنگ میں رنگ گئے۔ اب یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں رہی ۔

تحقیرِ شرع ____ یعنی مسلمان انگریزی افکار و خیالات کے مقابلے میں شرعی امر و نواہی کو بے وقعت سمجھنے لگے اور دینی امور پر بحث کرنے میں بہت دلیر ہوگئے ____ یہ بات بھی بے حقیقت نہیں ، وزن رکھتی ہے۔

شیوعِ دہریت ____ یعنی اسلام سے بیگانہ ہوکر مسلمان دہریت کی طرف چل نکلے ، چنانچہ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی پر خود ان کے بیان کے مطابق ایک ایسا زمانہ گزرا تھا جب کہ وہ دہریہ ہوگئے تھے ____ اب بھی بعض تعلیم یافتہ دہریت کی طرف مائل نظر آتے ہیں :____

فروغِ نیچریت ____ یعنی مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر نیچر ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ، اس طرح وہ ایمان و یقین اور توکل کی دولت سے محروم ہوگئے ، ان کی نگاہ پر عقل چھا گئی اور طریقت و عرفان سے ان کے دل خالی ہوگئے ۔

---

[1] احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ، ص ۹۴

بہرکیف امام احمد رضا کی تحریر کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان کو انگریزوں سے ترکِ موالات کرنے والوں کی نیت پر شبہ تھا اور انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت سے شکایت، چنانچہ ایک جگہ وہ کھل کر لکھتے ہیں :

"انگریزی کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں، خدا ایسا ہی کرے ! ـــــــ مگر یہ صرف ترکِ امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے، اس آگ کو بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں ۔[۱]

اسی طرح ندوۃ العلماء نے جب انگریزوں سے راہ و رسم پیدا کی اور اپنے جلسوں میں ان کو بلوایا، اپنے مدرسہ کا ان سے سنگِ بنیاد رکھوایا تو امام احمد رضا نے سخت تنقید کی۔ اہلِ ندوہ نے انگریزی حکومت کے بارے میں یہ اظہار کیا تھا (بقول امام احمد رضا) :۔

"خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی راضی و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔"[۲]

اہلِ ندوہ کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں :۔

"جس نے تمام بدمذہبوں سے وداد و اتحاد کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کا مثل بنایا ۔[۳]

---

[۱] احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۳

[۲] عبدالوحید : دربارِ حق و ہدایت، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء، ص ۱۲۳

[۳] ایضاً، ص ۱۲۷

۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام (کانپور) کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلماء کی داغ بیل پڑی۔ مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے خلیفہ مولانا محمد علی مونگیری اس کے پہلے ناظم تھے اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن کانپوری اس کے روحِ رواں تھے۔ ایک اجلاس کانپور میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی شرکت کی اور اصلاح نصاب پر ایک مقالہ پڑھا[۱] ——— مگر بڑی سرعت سے ندوۃ العلماء کا مزاج بدلا اور امام احمد رضا الگ ہوگئے بلکہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء سے ندوۃ العلماء کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔

ندوۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ منعقدہ اپریل ۱۸۹۵ء میں جو طویل نظم پڑھی گئی اس میں ملکہ وکٹوریہ اور لیفٹننٹ گورنر لارڈ الگن کی مدح کی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

گورنمنٹ وکٹوریہ شاد بادا | دلش خرم ملکش آباد بادا!
فلک پر ہیں جب تک ستارے چمکتے | زمیں پر ہیں جب تک جگنو چمکتے
گلستاں میں جب تک ہیں گل مہکتے | درختوں پہ جب تک ہیں طائر چہکتے

رہے لارڈ الگن کا اقبال یاور
مدارج ہوں لیفٹننٹ صاحب کے برتر[۲]

ظاہر ہے ایک ایسی تنظیم سے امام احمد رضا کیسے وابستہ رہ سکتے تھے جس کے ارکان ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں رطب اللسان تھے۔ امام احمد رضا کا تو یہ عالم تھا کہ جس کارڈ پر ملکہ کی تصویر ہوتی اس کو اُلٹا کرکے پتا تحریر فرماتے، یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے ندوۃ العلماء پر تنقید کی چنانچہ حدائق بخشش (حصہ سوم) میں اہل ندوہ کی ہجو میں بعض اشعار ملتے ہیں یہاں چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں:۔

---

[۱] سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء، مطبوعہ کانپور ۱۳۱۲ھ

[۲] خواجہ رضی حیدر: تذکرہ محدث سورتی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۶

گہ روافض را بسر برتاج لطف اللہ نہند
گہ پوادر را بہ تخت عالماں برمی کنند[1]

بخت ورخت وتخت دیں بیں، جلوہ باصد رشس براں
پاڈری وسکاٹ بامسٹر برادر می کنند[2]!

سازِ نازِ عالماں بیں، نظم و بزم دیں بدیں!
میز و اسٹیج وٹکٹ ہال وکلب گھر می کنند[3]

زیں سگالشہا چہ نالش ہاکہ خود ایں سرکشاں!
داور واداررا برٹش گورنر می کنند[4]

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ عالموں کی مسند پر انگریزوں کو بٹھایا جائے، اور انگریزی وضع کے مطابق جلسہ گاہ کو سجایا جائے اور انگریزوں سے کسی قسم کی مدد لی جائے اور ان کو اپنا آقا بنایا جائے — یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے عربی قصیدے میں جو ۱۳۱۸ھ میں اجلاس پٹنہ میں ہزاروں کے مجمع میں پڑھا گیا اہلِ ندوہ کو یوں انتباہ کیا ہے ؎

---

۱ احمد رضا، حدائق بخشش، حصہ سوم مطبوعہ نابھہ، ص ۳۱

۲ ایضاً ص ۳۱

۳ ایضاً ص ۳۱

۴ ایضاً ص ۳۲

خسرتکم حظ کم دینا و دنیا
لعمراللہ ذالخسر الجبر سیداؑ

ترجمہ: دین و دنیا دونوں میں اپنا حصہ زیاں میں ڈالا۔ حیات خداوندی کی قسم یہ بڑا ٹوٹا ہے۔

(۶) خلوت و جلوت

انسان کی خلوتوں اور اس کے دوست و احباب کی چاہتوں سے اس کی شخصیت کے سربستہ راز کھلتے ہیں۔ ظاہر میں وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ خلوت و جلوت کے احوال یکساں ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر بہت دل پذیر ہے اور باطن بہت مہیب ______ تو آیئے امام احمد رضا کی خلوتوں میں چلیں ان کی باتیں سنیں اور دوستوں اور بزرگوں کو دیکھیں اور یہ معلوم کریں کیا خلوتوں میں انگریز کی تعریف ہوتی تھی، اور کیا ان کے دوست و بزرگ انگریزوں کے خیر خواہ تھے؟

۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں امام احمد رضا، مولانا عبدالسلام کی دعوت پر جبل پور (سی۔ پی، بھارت) تشریف لے گئے۔ خیال رہے کہ یہ وہی سنہ ہے جس میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور بڑے پیمانے پر انگریزوں کی مخالفت شروع ہوئی ______ قیام جبل پور کے زمانے میں امام احمد رضا کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے، مولانا عبدالسلام کے صاحبزادے، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری (جن کا سن شریف ۹۰ سے تجاوز کر چکا ہے) تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لیے بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے فوجی گوروں کی پارٹی، فیکٹری سے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: "کم بخت بالکل بندر ہیں۔"[۲]

---

[۱] احمد رضا: آمال الابرار، ص ۸

[۲] محمد برہان الحق، اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء، ص ۹۱

انگریز کو بندر کہنے والا اس کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

امام احمد رضا نے جن لوگوں سے اپنے خاص تعلق خاطر کا اظہار فرمایا ہے ان میں مجاہد جنگ آزادی مولانا فیض احمد بدایونی کے بھائی مولانا عبدالقادر بدایونی اور شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا فیض احمد آگرہ، دہلی، لکھنؤ اور شاہجہاں پور وغیرہ کے محاذوں پر لڑے اور کمان بھی کی ـــــ مولانا کفایت علی کافی مرادآباد کے صدر الشریعہ تھے، جنگ آزادی میں بھر پور حصہ لیا اور ۱۸۵۸ء میں سولی پر لٹکا دیئے گئے ـــــ اس مجاہد کبیر سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ امام احمد رضا، کافی کی نعتیہ شاعری سے اس حد تک متأثر تھے کہ ایک قطعہ میں ان کو نعت گو شعراء کا بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم ـــــ فرماتے ہیں :۔

مہکا ہے میرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم[1]

یہ قطعہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں کہا گیا ہے جب کہ ملکی اور سیاسی حالات ایسے نہ تھے کہ کوئی شخص کسی شہید جنگ آزادی سے اس طرح بیباکانہ تعلق خاطر کا اظہار کرے اور انگریزوں کے خیر خواہ سے تو یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنا سلسلۂ نعت، انگریز کے کسی دشمن جاں سے ملائے گا ـــــ ـــــ ـــــ

(۷) الزامات و اسباب الزامات

مندرجہ بالا شواہد و حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے خیر خواہ نہ تھے بلکہ ان کو انگریز کی حکومت و عدالت، تہذیب و معاشرت، تعلیم و نظام تعلیم، افکار و خیالات، شکل و صورت غرض ہر بات سے نفرت تھی ـــــ

[1] احمد رضا، حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳-۹۴

نفرت کا اندازہ ان کے اس حزم و احتیاط سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگریزوں سے سازباز کے متعلق مخالفین کے قول کو نقل کرتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں : ـــــ

"...اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھتے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں۔" ؎۱

تو آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر ان کو انگریز نواز اور انگریزوں کا خیر خواہ کہا گیا؟ ـــــ راقم کے نزدیک اس کے اسباب مذہبی بھی تھے اور سیاسی بھی ـــــ

امام احمد رضا کا اپنے مخالفین سے بحث و مناظرہ کا سلسلہ تو کافی عرصہ سے چل رہا تھا جس سے ان کے مخالفین کافی چراغ پا تھے، مگر یہ سب کچھ مذہبی سطح پر تھا۔ مخالفین نے سیاسی سطح پر امام احمد رضا کی تنقیدات کا بدلہ لینا چاہا اور اس میں ان کو ایک حد تک کامیابی ہوئی، مخالفانہ پروپیگنڈے نے نصف صدی تک امام احمد رضا کو اہل علم سے پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر یہ طلسم ٹوٹا اور حقائق سامنے آئے۔

تحریک خلافت ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے ہاتھوں سلطان عبدالحمید کی سلطنت ترکیہ کو جو خطرہ لاحق تھا اس کے پیش نظر یہ تحریک سلطنت ترکیہ [illegible] گئی ـــــ بظاہر یہ مذہبی تحریک تھی مگر اس کے اسباب خالص سیاسی [illegible] کی تحریک اس حقیقت کی غماز ہے، دراصل تحریک کے پردے [illegible] آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، اس راز سے بعض سادہ [illegible] تھے ـــــ امام احمد رضا اس سیاسی دورنگی کے قائل نہ تھے اور [illegible] کی خاطر مذہب کو قربان کرنے کے لئے آمادہ [illegible] ـــــ [illegible] مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے ایک جان چیز اور وہ [illegible] سلطنت ترکیہ کو خلافت ترکیہ ـــــ شریعت اسلامیہ

؎۱ [illegible] مطبوعہ [illegible]

ہیں خلیفۃ اسلام اور بادشاہ اسلام، سلطنت اور خلافت کے لیے احکام جُدا جُدا ہیں ــ خلیفہ اور خلافت کی حفاظت فرض ہے اور سلطان و سلطنت کی حفاظت و اعانت حسب استطاعت واجب ـــــــ یہی وہ فرق تھا جس نے امام احمد رضا کو اس تحریک سے الگ رکھا، امام احمد رضا، عبدالحمید کو سلطان ترکی سمجھتے تھے، خلیفہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ البتہ اس کی اعانت کو حسب استطاعت واجب جانتے تھے ـــــــ بعد کے واقعات نے بتایا کہ خود اہل ترکی سلطان عبدالحمید کو بادشاہ ہی تصور کرتے تھے اور ان کی حکومت کو سلطنت، اسی لیے انگریزوں نے تو نہیں خود ترکیہ کے مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور تمام سیاست داں ہکا بکا رہ گئے، شرمندگی مٹانے کے لیے انہیں کو مبارک باد کے تار بھیجنے لگے حالاں کہ انہوں نے وہ کام کیا جس کی توقع انگریز سے کی جا رہی تھی ـــــــ

تحریک خلافت سے امام احمد رضا کی علیحدگی کو خوب ہوا دی گئی اور اب تک دی جاتی ہے حالاں کہ حقائق بالکل برعکس ہیں ـــــ اس ہوا دینے میں قابل ذکر سیاست دانوں کا ہاتھ ہے، چنانچہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس ہوا، اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے امام احمد رضا کو ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط لکھا جو ڈپلومیسی سے خالی نہیں مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین نے امام احمد رضا کے شرعی مسلک کو، سیاست میں گھسیٹ کر ان کو بدنام کیا ہے۔

ابوالکلام لکھتے ہیں :ـ

> مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ، ترک موالات اور اعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات مشہور ہیں۔ ؎[1]

---

[1] محمد جلال الدین، ابوالکلام کی تاریخی شکست، مطبوعہ لاہور، ص ۸۰ - ۸۱

جس کو تاریخ کا علم نہیں وہ ان کلمات سے گمراہ ہو سکتا ہے مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کو نہ سلطنت ترکی کی مدد و اعانت سے انکار تھا بلکہ ان کی جماعت رضائے مصطفیٰ نے خود اس کے لیے کوشش کی[1] ـــــــ اور نہ وہ اسلام کے دشمنوں کے خیر خواہ تھے۔ وہ انگریز اور ہنود دونوں کے بیک وقت مخالف تھے ـــــــ مگر شہرت یہ دی گئی کہ تحریک خلافت سے اس لیے علیحدہ ہیں کہ اندرونِ خانہ انگریزوں سے ساز باز رکھی ہے ـــــــ سیاسی تحریکوں کے جوش جنوں میں عقل کا کہاں گزر؟ ـــــــ سب کو یقین آگیا اور مخالفین کا یہ حربہ کامیاب رہا تاآں کہ حیات، خود شارح حیات بن کر سامنے آئی اور خوب ناخوب عمل کی گرہ کو کھول کر رکھ دیا ـــــــ امام احمد رضا تحریک خلافت میں مخالفین کے طرز عمل اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ـــــــ

"معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھا، اہل عقل دویں اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہلسنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہے، مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے، لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصارٰی سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام بھڑکیں اور ندوتیت دیوبندیت

[1] تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں۔

(۱) امام احمد رضا: دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

(۲) محمد مسعود: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

(۳) محمد مسعود: تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

وہابیت کے پنجے جمیں۔ ؎

جس طرح تحریک خلافت میں امام احمد رضا کو اصولی اختلاف تھا اسی طرح تحریک ترک موالات سے (جو ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی) اصولی اختلاف تھا۔ غیر منقسم ہندوستان میں ہمیشہ ہندو اکثریت میں رہے اور اس میں مسلمان سلاطین کی عظیم الشان رواداری کا پورا پورا عمل دخل ہے ـــــــ لیکن مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے ـــــــ بالعموم خطرات اقلیت کو اکثریت سے ہوتے ہیں نہ کہ اکثریت کو اقلیت سے۔ تو بنیادی طور پر مسلمانوں کو انگریزوں سے زیادہ ہندوؤں سے خطرات تھے اور اس کے تعاسُر و شواہد سامنے آچکے تھے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی ـــــــ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اگرچہ اقتدار مسلمانوں کے پاس تھا مگر ہندو اپنی سیاسی حکمت عملی سے اقتدار میں اس طرح دخیل ہو گئے کہ خود اسلام خطرے میں پڑ گیا، جن حضرات کی تاریخ پر گہری نظر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ـــــــ

قوم پرست مسلمانوں اور جمعیۃ العلماء ہند کے اکابرین کا طرز عمل اس تاریخی پس منظر سے بالکل بیگانہ نظر آتا ہے۔ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان کے طویل اسلامی ماضی کے تجربات ومشاہدات اور اپنی آنکھوں دیکھے خونچکاں واقعات سے قطع نظر کر کے ہندوؤں کے

؎ احمد رضا: دوام العیش، ص ۱۴، ۱۵

نوٹ: امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ "دیو بندیت اور وہابیت کے پنجے جمیں" معنی خیز معلوم ہوتا ہے خصوصاً اس خبر کی روشنی میں جو انہی زمانے میں مولانا مختار احمد صدیقی صدر جمعیۃ العلماء ہند (صوبہ بمبئی) نے ایک خط میں تحریر فرمائی، آپ نے فرمایا:۔

"وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا، ۔۔ بے حد دولاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔"

(خطبہ صدارت، ورد؛ حامد رضا خاں، مراد آباد ۱۹۲۵ء۔ ص ۲۱)

(مسعود)

آگے دوستی و محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ ان کو اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا ــــــ
امام احمد رضا کو اس سیاسی طرزِ عمل سے سخت اختلاف تھا جس نے خود مذہب پر ضرب کاری لگائی تھی ــــــ اگر ہندوؤں سے دوستی و محبت کا دم بھرا جاتا اور مسلمان صرف آزادی کے لیے جدوجہد کرتے تو یقیناً امام احمد رضا کو اپنا ہم نوا پاتے چنانچہ تحریکِ پاکستان جس میں ایک ہندو بھی شریک نہ تھا [1] امام احمد رضا کے خلفاء، تلامذہ اور معتقدین نے بھرپور حصہ لیا، ان کا نقطۂ نظر سیاسی سے زیادہ اسلامی تھا۔ امام احمد رضا اس کے لیے ہرگز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کے جوئے کو اتار کر ہندوؤں کے طوقِ غلامی کو گلے میں ڈالا جائے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیا جائے ــــــ قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاصِ نیت پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا کو ہندوؤں کی نیتوں کا حال معلوم تھا چنانچہ بعد کے حقائق و شواہد سے امام احمد رضا کے اندیشوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

حال ہی میں السٹریٹڈ ویکلی میں مسز اندرا گاندھی کی غیر مطبوعہ کتاب مائی ٹروتھ سے چند اقتباسات شائع ہوئے ہیں جس کو روزنامہ جنگ (کراچی) نے نقل کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم پرست ہندوؤں کے دل، قوم پرست مسلمانوں کے لئے کتنے تنگ تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمان اقتدار میں آئیں ــــــ سنیئے مسز اندرا گاندھی رازِ درونِ خانہ کو طشت از بام کرتی ہیں :۔

"جب ڈاکٹر ذاکر حسین کو بھارت کے صدر کے عہدے کے لئے ہمارا اُمیدوار نامزد کیا گیا تو ہمارے بہت سے لوگوں کو کسی مسلمان کے صدر

---

[1] اہلِ دانش کے لیے لمحۂ فکر ہے کہ ایک زمانہ تھا جب تحریکِ خلافت میں خلافتِ اسلامیہ کی بقا کی جدوجہد میں مسٹر گاندھی پیش پیش تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ خود اپنے ملک میں جب مسلمانوں نے اپنے حقوق کی بات کی اور پاکستان کا مطالبہ کیا تو مسٹر گاندھی نے سخت مخالفت کی۔ اس طرزِ عمل سے ان کے اخلاصِ نیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (مسعود)

مملکت بننے کا خیال پسند نہیں آیا۔ میں نے پارلیمنٹ کے ارکان، صوبائی
اسمبلیوں کے ارکان اور دوسرے بہت سے حضرات سے اس بارے
میں تبادلۂ خیال کیا تھا اور ان سب کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین میں سوائے
اس کے کوئی خرابی نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہیں[1] ـــــــــــ

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا کے اندیشے صحیح تھے ـــــــ
دراصل جو لوگ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگاتے ہیں وہ قوم پرستانہ سیاست
پر یقین رکھتے ہیں اور ایک قومی نظریہ کے حامی ہیں۔ ان کے نزدیک بدیسی مشرکین و
نصاریٰ سے دیسی مشرکین و کفار کا اقتدار بہتر ہے مگر اسلام کی نظر میں دیسی بدیسی کی کوئی
تمیز نہیں ـــــ اقتدار خواہ بدیسی مشرکین کا ہو یا دیسی مشرکین کا اسلام کی نظر میں ایک ہے۔
ـــــ امام احمد رضا نے قوم پرستانہ ذہنیت کے خلاف جہاد کر کے اسلام کی
آفاقیت کا پرچار کیا اور مسلمانوں کو بیدار کیا، ان میں دینی حمیت پیدا کی ـــــ انہوں نے
بتا دیا کہ حکومت ہو تو اسلام کی ہو ورنہ اسلام کی نظر میں دیسی بدیسی برابر ہیں بلکہ وہ مشرکین
بدتر ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی بنا پر قتل کیا اور قتل عام جاری رکھا۔[2]

بہرکیف تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کی مخالفت کی بڑی دھوم دھام تھی۔
مشہور نومسلم مترجم قرآن، محمد مارماڈیوک پکتھال (صدر سندھ خلافت کانفرنس) نے

---

[1] اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ ۲۹ / نومبر ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۶، ۷
بحوالہ السٹریٹڈ ویکلی، نومبر ۱۹۸۰ء

[2] امام احمد رضا کے زمانے میں اور اس سے پہلے اور بعد بہت سے ہندو مسلم فسادات ہوئے اور کیوں جائیے
تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء سے اب تک ہندوستان میں تقریباً ۵ ہزار فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ یہ
اعداد ہندوستان کے مشہور صحافی کلدیپ نیر نے مہیا کئے ہیں۔ صرف ۱۹۶۸ء میں ۳۴۸ فسادات ہوئے۔
(جنگ (کراچی)، ۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء، ص ۳، ک ۷) اور ۱۹۸۰ء میں مراد آباد، الٰہ آباد، علی گڑھ وغیرہ
میں جو کچھ ہوا وہ تو ابھی کی باتیں ہیں۔ الغرض تقسیم ہند سے لیکر اب تک لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ (مسعود)

تحریک ترک موالات کے زمانے میں ۱۹۲۱ء میں کراچی کے ایک اجلاس میں فرمایا :۔

"مجھے معلوم ہے ایسے حضرات بھی ہیں جو ہندوؤں کی قیادت کو مسلمانوں کے سے غلط تصور کرتے ہیں ۔" [1]

امام احمد رضا نے اپنی بہت سی تحریروں میں تحریک ترک موالات سے علیحدگی کے اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس تحریک کا تنقیدی جائزہ لیا ہے ۔ اس سلسلے میں یہ رسالہ قابل ذکر ہے :۔

المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ [2]

(ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء)

اس رسالے میں ایک جگہ سر سید احمد خاں کی انگریز نوازیوں اور ترک موالات کے حامیوں کا ہندو نوازیوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

مگر للہ انصاف وہ غلامی ادھوری تھی ——— سید احمد خاں نے کسی پادری نصرانی کو امور دین میں صراحتہً اپنا امام و پیشوا نہ لکھا تھا آیات و احادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا [3] کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ و ہادی نہ بنایا تھا [4] نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری

---

[1] محمد فضل اقبال ، لائف اینڈ ٹائمز آف محمد اقبال ، مطبوعہ لاہور ، ص ۲۲۰

[2] راقم نے اس رسالے کی روشنی میں " فاضل بریلوی اور ترک موالات " کے عنوان سے ایک مقالہ قلم بند کیا تھا جو کتابی صورت میں مرکزی مجلس رضا ، لاہور سنہ ۱۹۷۱ء میں شائع کرایا تھا ، اس کے بعد لاہور سے اس کے چار ایڈیشن اور شائع ہو چکے ہیں ۔ [3] یہاں مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے گاندھی کی قیادت کو تسلیم کیا اور اسکو پیشوا بنایا (خواجہ حسن نظامی : مہاتما گاندھی کا فیصلہ ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء) [4] یہاں بھی مولانا فرنگی محلی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے ایک فارسی شعر میں گاندھی کے لیے کہا کہ جو عمر قرآن و حدیث میں گزری تھی وہ سب کی سب ایک بت پرست کے قدموں پر نچھاور کر دی (بحوالۂ مذکور) [5] مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر شردھانند کو ساتھ بٹھایا اور اس سے تقریر کرائی ۔ (عبد الوحید خاں ، مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی ص ۴۲)

کو نبی بالقوہ نہ بنایا تھا[1] ـــــــ اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زیادہ کیا جا رہا ہے۔[2] ـــــــ

مسلمانوں پر مسٹر گاندھی کی سیاست کا کچھ ایسا جادو چلا کہ نہ صرف گاندھی کی قیادت بلکہ ان کی ولایت کے لیے راہ ہموار کی جانے لگی چنانچہ اس سلسلے میں محمد مارماڈیوک پکتھال کے مندرجہ ذیل خیالات دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے، ۱۹۲۱ء میں اجلاس کراچی میں انہوں نے فرمایا:

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہندو ولی جو زیادہ بلند سطح پر ہو، ایک ایسے گنہ گار مسلمان سے بہتر قائد ہے جو پست سطح پر ہو کیوں کہ بلند سطح کے لیے صرف ایک قانون ہے ـــــــ مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب کے لئے ایک ہے ـــــــ یہ قانونِ الٰہی ہے جو قرآن شریف میں نازل ہوا۔"[3]

غالباً پکتھال کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے ان الذین امنوا والذین هادوا .... ولا هم یحزنون ـــــــ ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن کی جلد اوّل میں اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

"انسان کا تعلق خواہ کسی دین و مذہب سے کیوں نہ ہو اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے تو نجاتِ اُخروی کا مستحق ہے۔"[4]

مسٹر گاندھی کو اس تفسیر سے بڑی تقویت ملی اور خوشی ہوئی کیونکہ وہ اس تفسیر کے مطابق خود کو نجاتِ اُخروی کا مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تفسیر کے اس حصے

---

[1] اسحاق مل ظفر الملک نے گاندھی کے لیے یہ بات کہی (پیسہ اخبار، لاہور ۱۸ر نومبر ۱۹۲۰ء)

[2] احمد رضا، المحجۃ المؤتمنہ (مشمولہ رسائل رضویہ) جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۲

[3] محمد ... وحت اینڈ ٹائم آف محمد اقبال، ص ۳۲۰

[4] رسالہ ایمان (بمبئی)، شمارہ ۱۵ر اپریل ۱۹۴۰ء

کا گجراتی میں ترجمہ کرا کے شائع کیا اور تقسیم کرایا۔ یہ انکشاف خود مسٹر گاندھی نے جامعہ ملیہ، دہلی کے ایک اجلاس میں کیا۔ ؎

امام احمد رضا اس قسم کے ہندو مسلم اتحاد کے مخالف تھے جس نے خود مسلمان عالموں کے ہاتھوں ایک کافر و مشرک کو ولی کامل بنا کر ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا اور خود علماء نے ان کی قیادت کو دل و جان سے تسلیم کیا بلکہ مسٹر گاندھی کی قیادت پر فخر کیا اور اپنی قلم سے اوراق تاریخ میں فخریہ ان کے احوال لکھے۔

یہی وہ داغ موالات ہنود تھا جس کو امام احمد رضا نے اجاگر کیا۔ اس کا جواب علمی سطح پر تو نہ لیا گیا۔ سیاسی سطح پر لیا گیا اور منصوبہ یہ بنایا گیا کہ انگریز پرستی کا الزام لگا کر امام احمد رضا کے خلاف ایسا ہنگامہ برپا کیا جائے کہ اپنا داغ دھلے یا نہ دھلے اس غل شور میں سب تو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر جب ہنگامے سرد ہوئے اور سکون کا دور دورہ ہوا تو حق و باطل الگ الگ نظر آنے لگا ——— سب کو ہمیشہ کے لیے تاریکی میں نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسی کوششیں بالآخر رائیگاں جاتی ہیں اور ندامت و شرمساری کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

امام احمد رضا پر تحریک ترک موالات کے دوران جو الزامات لگاتے وہ ماہنامہ السواد الاعظم نے نقل کیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ نینی تال پر لفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

۲۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسب منشاء فتوے لکھا۔

۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ ؎

⑧ جواب و تصدیق جواب

امام احمد رضا نے ان تمام الزامات کا ایک جواب دیا جو سب پر بھاری ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

۱؎ رسالہ ایمان (دہلی)، شمارہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء

۲؎ السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، ص ۳۰

"ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے "لعنۃ اللہ علی الکذبین"
جس نے ایسا کیا ہو اُس پر قیامت تک اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے رسُول
صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو"۔[1]

ممکن ہے کہ اس صفائی اور وضاحت کے بعد بھی بعض حضرات کو اطمینان نہ ہو تو ان کے لیے ایک ایسے شخص کی شہادت پیش کی جاتی ہے جو تحریک موالات میں امام احمد رضا کے مخالفین میں شمار ہوتے تھے یعنی مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواری، سنیئے وہ کیا کہتے ہیں:۔

"ترکِ موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ
"نعوذ باللہ" وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک
موالات کی مخالفت پر مامور ہیں — — — — دراصل ہر دور میں کسی
کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے جس
کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں۔ — — — — —
اس قسم کی خبریں خواہ ایک فی صد بھی اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہوں لیکن عام
لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ کوئی ثبوت طلب کئے بغیر ایمان لے
آتے ہیں، ایسے مواقع کے لئے یہ محاورہ بنا ہے "کوّا کان لے اُڑا"
تحریک ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا، اس لیے ایسی
افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا،
مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا زنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا۔"[2]

اسی طرح امام احمد رضا کے معاصر اور عینی شاہد سید الطاف علی بریلوی نے لکھا ہے:۔

"سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی بلاشبہ

---

[1] السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، ص ۳۰

[2] محمد مرید احمد چشتی: خیابانِ رضا: (قلمی)، مکتبہ قادریہ لاہور

حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی، "شمس العلماء" قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفےٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔"[۱]

⑨ حقائق و شواہد

مندرجہ بالا شواہد و حقائق کی روشنی میں اب وثوق اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزوں نے جس طرح مولوی سید احمد بریلوی کی دعوت کی تھی، امام احمد رضا کی اس طرح کبھی دعوت نہ کی۔[۲]

ف

جس طرح انگریزوں نے مولوی سید احمد بریلوی کی مدد کی تھی، امام احمد رضا کی کبھی مدد کی۔[۳]

ف

امام احمد رضا نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح انگریزوں کے متعلق یہ اظہار خیال کیا۔

"ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"[۴]

---

۱ اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ ۲۵ رجنوری ۱۹۷۹ء، ص ۶، ک ۴-۵۔

۲ محمد علی: مخزن احمدی، مطبوعہ مفید عام آگرہ، ص ۹۷

۳ حسین احمد: نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء، ص ۱۲-۱۳

۴ مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ مطبوعہ دہلی، ص ۲۹۶

نہ

کبھی سلطان حجاز عبدالعزیز بن سعود کی طرح انگریزوں سے کوئی معاہدہ کیا اور نہ انگریزوں نے آپ کے لئے کبھی یہ لکھا :-

"عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل السعود کی خود اپنے اور اپنے ورثاء اور قبائل کی طرف سے ایک عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ طرفین (برطانیہ اور ابن سعود) میں دوستانہ راہ ورسم کی تجدید و تائید ہو جائے۔" [۱]

نہ

کبھی عبدالعزیز بن سعود کی طرح حکومت برطانیہ نے آپ کو "ستارۂ ہند" کا خطاب دیا اور نہ کوئی تمغہ لگایا۔ [۲]

نہ

امام احمد رضا نے مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے بارے میں کبھی یہ اظہار خیال کیا اور نہ کسی میم کو تحفظ دیا۔ [۳]

"میاں وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی، وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا، بہادر شاہ کو بہت سمجھایا مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے۔" [۴]

---

[۱] یہ معاہدہ ۱۸ صفر ۱۳۳۴ھ/ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء کو ہوا۔ اس میں انگریزوں کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پر وائسرائے ہند چیمسفورڈ اور عبدالعزیز بن سعود کے دستخط ہیں۔
(سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء، ص ۴۲-۴۳)

[۲] ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ابن سعود کو حکومت برطانیہ نے "ستارۂ ہند" کا خطاب دیا اور بمقام کویت حکومت کے نمائندہ خلیج فارس، سر پرسی کاکس نے اپنے ہاتھ سے ابن سعود کے سینے پر تمغہ لگایا۔
سرگزشت حجاز میں اس تقریب کا عکس موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۸ کے مقابل والا صفحہ)

[۳] فضل حسین بہاری : الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۹ھ، ص ۱۲۷

[۴] " " " " ص ۱۲۵

نہ

امام احمد رضا کو انگریز کمشنر نے مولوی نذیر حسین کی طرح یہ پروانۂ وفاداری عنایت کیا :۔

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔"[1]

نہ

سرسید احمد خاں کی طرح انگریزوں کی بدخواہی اور بغاوت کو جرم قرار دیا اور فخریہ اعتراف کیا :۔

"میں خود وہابی ہوں، وہابی ہونا جرم نہیں بلکہ گورنمنٹ کی بدخواہی جرم ہے۔"[2]

نہ

اہل سنت و جماعت کیلئے امام احمد رضا نے کبھی یہ کہا جو سرسید احمد خاں نے وہابیہ کے لئے کہا :۔

(ا) "غدر کے زمانے میں جب کہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی، ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تایا گیا اور وہ خیر خواہئ سرکار میں ثابت قدم رہے۔"[3]

(ب) "پس جس آزادئ مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہیں دوسری جگہ ان کو میسر نہیں، ہندوستان ان کے لیے دار الامن ہے۔"[4]

۱؎ مکتوب کمشنر دہلی محررہ ۱۰ ر اگست ۱۸۸۳ء

فضل حسین بہاری : الحیات بعد الممات مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء، ص ۱۴۰

۲؎ الطاف حسین حالی : حیات جاوید، باب پنجم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۱۶۵

۳؎ " " " " " ص ۱۶۷

۴؎ مقالات سرسید : حصہ نہم، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۲۱۲

نہ

کبھی مولوی رشید احمد گنگوہی کی طرح انگریزوں کے اقتدارِ اعلیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے اس قسم کے خود سپردانہ کلمات کہے ؛

"میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔" [۱]

نہ

امام احمد رضا نے مولوی شبلی نعمانی کی طرح یہ فتویٰ صادر فرمایا :۔

"مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہبًا فرض ہے۔" [۲]

نہ

اپنے دار العلوم منظرِ اسلام کا ندوۃ العلماء کی طرح کسی انگریز سے سنگِ بنیاد رکھوایا۔" [۳]

نہ

ندوۃ العلماء کی طرح "منظرِ اسلام کے لیے انگریزوں کی طرف سے کوئی رقم مختص کی گئی۔" [۴]

نہ

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی طرح یہ اظہارِ خیال کیا :۔

---

[۱] عاشق الٰہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، محبوب المطابع، دہلی، ص ۸۰

[۲] محمد اکرام : شبلی نامہ، ص ۲۴۵، سلیمان ندوی، حیاتِ شبلی، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء، ص ۶۳۴

[۳] " " ص ۲۴۵، " " " " " ص ۴۸۲

[۴] " " ص ۱۶۸، " " " " " ص ۶۳۱-۶۳۲

"مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مجرمانہ سازش یا معاندت سلطنت کار وادار نہیں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ یاد رہے اور ہمیشہ یاد رہنا چاہیئے۔" [1]

ن ہ

دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم منظر اسلام کے لئے کسی انگریز لفٹیننٹ گورنر کے معتمد نے اس رائے کا اظہار کیا:-

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، ممد و معاون سرکار رہے۔" [2]

ن ہ

کسی انگریز معتمد نے یہ اظہار خیال کیا:

"مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم میور صاحب (گورنر صوبہ متحدہ) موجود نہیں ورنہ بکمال ذوق و شوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔" [3]

ن ہ

امام احمد رضا نے دارالعلوم دیوبند کی طرح اپنے علمی اور مذہبی اجلاس میں کبھی کفار و مشرکین کو بلایا اور نہ ان کو کرسیٔ صدارت پر بٹھا کر مجلس علماء کو ذلیل و رسوا کیا۔ [4]

---

[1] قاضی محمد سلیمان منصور پوری، خطبہ صدارت آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ آگرہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء بحوالہ خطبات سلیمانی، شائع کردہ مسلمان کمپنی سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ)، مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۲۷۲

[2] اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۸۷۵ء

[3] ماہنامہ الرشید (دارالعلوم دیوبند نمبر)، لاہور، فروری، مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۱۹۶

[4] اخبار جنگ (کراچی)، مندرجہ ذیل شمارے:-

(الف) ۱۴ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۸ (د) ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱، ک ۳

(ب) ۲۱ ″ ″ ، ص ۱۲، ک ۲ (ہ) ۲۲ ″ ″ ، ص ۱، ک ۵،۶

(ج) ۲۳ ″ ″ ، ص ۲، ک ۶ (و) ۳ اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۴، ک ۷،۸

نہ

ریاست بھوپال کے معتمد المہام اور مشہور مصنف نواب صدیق حسن خاں کی طرح کبھی یہ کہا:

"میں بیس سال کامل متوسل و متوطن اس ریاست بھوپال کا ہوں ......
حکام عالی منزلت یعنی کارپردازان دولت انگلشیہ کو تجربہ اس ریاست کی
خیرخواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت دولت (صدیق حسن خاں) کا
خصوصاً ہو چکا ہے۔ [1]

نہ

کبھی نواب صدیق حسن خاں کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے لیے یہ اظہار خیال فرمایا:۔

"بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا
ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین اسلام سے آگاہ نہیں ہیں اور ملک میں
فساد ڈالنا اور اس کا اٹھانا چاہتے ہیں۔ [2]

نہ

ترک موالاتی لیڈروں کی طرح پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کے خلاف ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کو بھیجا اور مولانا محمد علی جوہر کی طرح اعتراف گناہ کرتے ہوئے یہ کہا:

"ہم نے پندرہ سو کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدان جنگ بھیجے،
اپنا ایمان بھی قربان کیا .... مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں
کے خلاف تلوار اٹھائی، اس کا جو معاوضہ دیا جا رہا ہے اسکو مدنظر
رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ بہت مایوس کن ہے۔ [3]

---

1. صدیق حسن خاں، ترجمان وہابیہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۲ھ، ص ۶، ۲۶
2. ، ، ص ۱۰۶ (ملخصاً) ، ، ص ۴۵
3. تقریر مولانا محمد علی۔ اجلاس آل انڈیا کانگرس، امرتسر ۱۹۱۹ء بحوالہ اوراق گم گشتہ مرتبہ رحیم بخش شاہین [illegible] [illegible]

ف ہ

مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح انگریزوں کی حمایت میں صراحتہً یہ فتویٰ دیا :۔

" چوں کہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی کی ملت و مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو یہاں ہندوستان میں جو مملوکہ و مقبوضہ اہل مسیح ہے، رہنا اور ان کا رعیت بننا درست ہے۔ [1] (۱۰ صفر ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء)

ف ہ

امام احمد رضا کے کسی معتقد نے ان کے متعلق یہ بات کہی جو مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا اشرف علی تھانوی کے لیے فرمائی :۔

" حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے، اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپے حکومت دیتی ہے۔" [2]

ف ہ

امام احمد رضا کے کسی عقیدت مند نے یہ بات کہی جو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کے لیے فرمائی :۔

" مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت

---

[1] رئیس احمد جعفری ، اوراق گم گشتہ ، ص ۳۴۴

[2] محمد زکی دیوبندی ، مکالمۃ الصدرین (۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) ، دارالاشاعت دیوبند

سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔[1]

اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا حضرات میں سے بعض نے زمانے کے نشیب و فراز کے ساتھ انگریزوں کے خلاف بھی جدوجہد میں حصہ لیا مگر ان کا دامن سیاست انگریز نوازی کے داغ سے بالکل پاک نہ رہ سکا برخلاف امام احمد رضا کے ان کا دامن سیاست زندگی کے ہر مرحلے پر اس خصوص میں بے داغ رہا۔ یہ بات تاریخی شواہد سے ثابت ہو چکی اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہیئے ——— جن لوگوں نے زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کی حمایت کی اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے اگر ان کے ساتھ یہ رعایت کی جاتی ہے اور ان کا دامن انگریز نوازی کے داغ سے پاک دکھایا جاتا ہے تو امام احمد رضا اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں، ان کی زندگی انگریز نوازی کے الزام سے ایسی بری ہے کہ کسی قسم کی مجرمانہ چشم پوشی کے تکلف کی ضرورت ہی نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ تاریخ میں وہی لکھا جائے، حقائق جس کی شہادت دے رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا۔ کافروں، مشرکوں، انگریزوں، یہودیوں، آتش پرستوں قادیانیوں غرض ہر باطل فرقے کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے۔ انتقال سے صرف ایک ماہ قبل ۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو انہوں نے جو شعر ارشاد فرمایا وہ ان کے سیاسی مسلک کا آئینہ دار ہے، سنیئے وہ کیا فرماتے ہیں:۔

ع کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا[2]

ترجمہ: کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک، یہودی ہو یا عیسائی اور یا آتش پرست۔

---

[1] محمد زکی دیوبندی: مکالمۃ الصدرین (۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ) دار الاشاعت دیوبند، ص ۸

[2] محمد مصطفیٰ رضا خان: الطاری الداری، حصہ دوم، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء، ص ۹۹

پاکستان کے مرکزی وزیر تعلیم خان محمد علی خاں ہوتی نے مندرجہ بالا حقیقت کی اس انداز سے تشریح کی ہے :۔

"فاضل بریلوی جنہوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کے لئے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیئے ۔ اگر انگریز سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے، نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار ۔ [1]

ہمارے بعض مؤرخین و محققین جو غیر مؤرخانہ اور متعصبانہ مہم میں شریک رہے ہیں مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کر کے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرنی چاہیئے ——— اب تک جو ہوا سو ہوا بہر حال اب کوشش کی جانی چاہیئے کہ پاکستان کی اس تاریخ کی اصلاح کی جائے جو بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی یک طرفہ طور پر لکھی گئی ——— سنیئے وہ کیا کہتے ہیں :۔

"جب میں علماء اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے ۔" [2]

---

[1] تقریر بسلسلۂ یوم رضا، منعقدہ راولپنڈی ۱۷ر جنوری ۱۹۸۰ء
بحوالہ الحق (کراچی)، شمارہ ۲ ر فروری ۱۹۸۰ء، ص ۲۸

[2] تقریر مجلس مذاکرہ بسلسلۂ یوم رضا، منعقدہ کراچی ۶ر فروری ۱۹۷۸ء

ماخذ و مراجع

ابوالحسن علی ندوی : سیرت سید احمد شہید، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء

احمد رضا خاں : اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء

" " : المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

" " : حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں

" " " " " " " " نابھہ

" " : السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۷ء

" " : تدبیر فلاح و نجات و اصلاح، مطبوعہ لاہور

" " : دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

" " : الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمۃ، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۰ء

" " : معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

" " : نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مطبوعہ لکھنؤ

" " : فوز مبین در حرکت زمین (مشمولہ ماہنامہ الرضا بریلی ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۰ء)

" " : ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۶ھ

" " : الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام، مطبوعہ لاہور

" " : آمال الابرار و آلام الاشرار، مطبوعہ عظیم آباد

" " : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد سوم، مطبوعہ لائل پور

اشرف علی تھانوی : الخطاب البلیغ فی تحقیق المہدی، مطبوعہ دہلی

افضل اقبال، ڈاکٹر : لائف اینڈ ٹائم آف محمد علی، مطبوعہ لاہور

امجد علی اعظمی : قامع الواہیات من جامع الجزئیات، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ

انوار رضا : شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور ۱۹۷۷ء

برہان الحق جبلپوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

جمیل الرحمٰن قادری : تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی

حامد رضا خاں : خطبہ صدارت جمعیت عالیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء

" " " : الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، مطبوعہ بریلی

حسن رضا خاں : قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء

حسن نظامی، خواجہ : مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء

حسین احمد دیوبندی : نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء

حسنین رضا خاں : وصایا شریف (۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)، مطبوعہ لاہور

رضی حیدر خواجہ، تذکرہ محدث سورتی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء

رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

رضا علی، سر : اعمال نامہ، مطبوعہ دہلی

رمضان علی، ابو الحسنات : تاریخ وہابیہ، مطبوعہ لائل پور ۱۹۷۶ء

رئیس احمد جعفری : اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

سلیمان اشرف بہاری : النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۰ء سلیمان منصور پوری : خطبات سلیمانی، مطبوعہ ۱۹۴۲ء

ظفر الدین، بہاری : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی

عاشق الٰہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، جلد اول، مطبوعہ دہلی

عبد الحکیم اختر : رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

عبد الماجد دریابادی : محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند ورق، جلد اول، مطبوعہ اعظم گڑھ

عبد الوحید خاں، ڈاکٹر : مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی

عبدالوحید، قاضی : دربارِ حق وہدایت، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء

صدیق حسن خاں، نواب : ترجمانِ وہابیہ، مطبوعہ امرتسر

فضل حسین بہاری : الحیات بعد المماۃ، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۹ھ

محمد اکرام، شیخ : شبلی نامہ

محمد زکی دیوبندی : مکالمۃ الصدرین، مطبوعہ دیوبند

محمد شفیع، مفتی : مولانا احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی

محمد علی، سید : مخزنِ احمدی (فارسی)، مطبوعہ آگرہ

محمد مریدِ احمد چشتی : خیابانِ رضا، (قلمی)، مخزونہ مکتبہ قادریہ، لاہور

محمد مصطفیٰ رضا خاں : الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

" " " : الطاری الداری لہفوات عبدالباری، مطبوعہ بریلی

مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ، مطبوعہ دہلی

منیر حسین قدوائی : سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

رسائل

الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

السوادالاعظم (مرادآباد)، شمارہ جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ

ہمدرد اسلامیکس (کراچی)

اخبارات

انجمن پنجاب (لاہور)، شمارہ ۱۹، فروری ۱۸۶۵ء

پیسہ اخبار (لاہور)، شمارہ ۱۸، نومبر ۱۹۲۰ء

جنگ (کراچی) ، شمارہ ۱۶؍مارچ ۱۹۸۰ء
جنگ 〃 ، 〃 ۲۰؍مارچ 〃
جنگ 〃 ، 〃 ۲۱؍مارچ 〃
جنگ 〃 ، 〃 ۲۲؍مارچ 〃
جنگ 〃 ، 〃 ۲۳؍مارچ 〃
جنگ 〃 ، 〃 ۳؍اپریل 〃
جنگ 〃 ، 〃 ۲۵؍جنوری ۱۹۷۹ء
جنگ 〃 ، 〃 ۲۹؍نومبر ۱۹۸۰ء

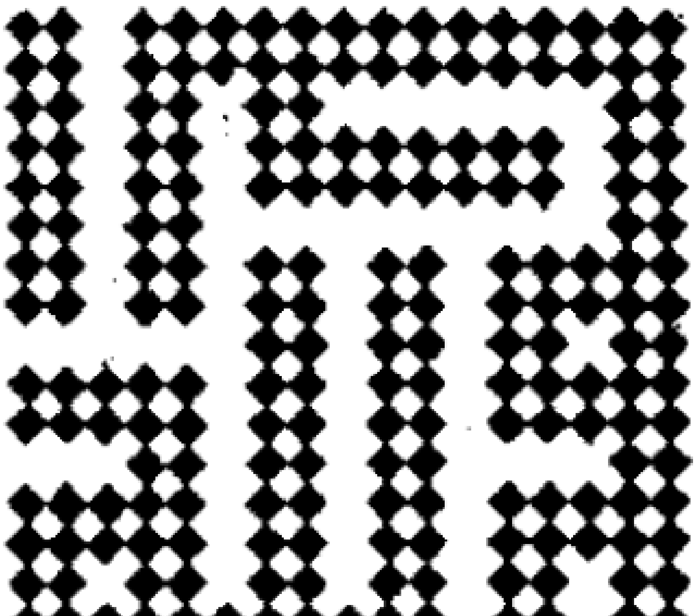

باسمہٖ تعالیٰ

(۲)

مقالہ "گناہِ بے گناہی" پہلی بار ۱۹۸۱ء میں المجمع الاسلامی (مبارک پور بھارت) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، پھر پاکستان میں پہلی بار فروری ۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، یہ ایڈیشن دو ماہ کے اندر اندر ختم ہوگیا، اس کے بعد دوسرا ایڈیشن اسی ادارے نے اپریل ۱۹۸۲ء میں اسی تعداد میں شائع کیا، یہ بھی چند ماہ میں ختم ہوگیا، اب یہ تیسرا ایڈیشن ضمیمہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

مقالے کی اشاعت کے بعد ملک و بیرون کے دانشوروں اور صحافیوں نے اس کی پذیرائی کی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا، یہاں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جن سے مقصود تحدیث نعمت کے ساتھ ساتھ یہ بتانا ہے کہ سمجھنے والوں نے سمجھا ہے، پرکھا ہے، تسلیم کیا ہے اور اپنا فیصلہ سنایا ہے۔

(۱) ڈاکٹر پیر محمد حسن، سابق شیخ الادب اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (پاکستان)

"گناہِ بے گناہی" نہایت عمدہ رسالہ ہے اور ڈاکٹر مسعود صاحب نے بہت کامیابی کے ساتھ نباہا ہے۔" [۱]

---

[۱] مکتوب محررہ ۴ مارچ ۱۹۸۲ء بنام مولوی محمد مرید احمد چشتی

(۲) پروفیسر ابرار حسین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان)

"گناہ و بے گناہی" بہت ہی مدلل ہے اور اب کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ [۱]

(۳) پروفیسر محمد اسحاق قریشی، صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد (پاکستان)

میں نے آپ کا مقالہ "گناہ و بے گناہی" پڑھا تو خوب لطف آیا، ماشاءاللہ ایک موضوع پر تسلی بخش مواد مہیا ہو گیا، آپ کا اندازِ تحریر نہایت ہی فاضلانہ ہے، زیر بحث موضوع کا ہر پہلو سامنے آ گیا۔ [۲]

(۴) روزنامہ جنگ (کراچی)، شمارہ ۱۴ اپریل ۱۹۸۲ء، ص ۷، ک ۷

تحریک آزادی کے اہم موضوع پر اس کتاب کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) ماہنامہ الاشرف (کراچی)، شمارہ ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۵۴

مخالفین اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یقیناً اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہوں گے بشرطیکہ ان میں قبول حق اور انصاف پسندی کی صفات ہوں۔

---

[۱] مکتوب محررہ ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد۔

[۲] مکتوب محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد

اس میں شک نہیں امام احمد رضا کے مخالفین میں بعض حضرات انصاف پسند بھی ہیں چنانچہ ایسے ہی ایک انصاف پسند ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے یہ کتاب پڑھی تو فرمایا:۔

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے دل میں جو زنگ تھا وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دُھل گیا۔

لیکن بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو دھوپ نکلنے کے باوجود آفتاب کو تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کے متعلق ایک پروفیسر صاحب نے یہ اظہار خیال فرمایا ہے :۔

خدا معلوم انسان اتنا کوتاہ اندیش کیوں ہے کہ حقائق سے اغماض کرنے میں فخر سمجھتا ہے، یہ شپّرہ چشمی آجکل عام ہے اور لکیر کے فقیر کی طرح جو ایک بار سُن لیا اسے حرزِ جاں بنائے رکھا، میرا ذاتی تجربہ ہے کہ امام احمد رضا کے بارے میں اکثر لوگوں کی معلومات نہایت ناقص ہیں، سنی سنائی بات پر اس قدر اعتماد اور تحقیق و جستجو سے ایسا فرار؟ ــــــ حیرت ہوتی ہے! [1]

یہ علمی دُنیا کے حق پسند اور انصاف پسندوں کی آواز ہے ــــــ سب کو حیرت ہے کہ آنکھوں والوں کو کیا ہوگیا کہ دیکھتے نہیں ــــــ لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں ــــــ پروپیگنڈا دورِ جدید کا مؤثر ہتھیار ہے، اس کے سامنے علم و دانش اور فلسفہ و منطق ہیچ ہیں ــــــ امام احمد رضا کے خلاف اسی ہتھیار کو استعمال کیا گیا، یہ کوئی قیاس و گمان نہیں بلکہ اس کے لیے ایک ایسی شہادت میسر آگئی ہے جس سے انکار ممکن نہیں ــــــ امام احمد رضا کے انتقال (۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء) کے چھ روز بعد (۳ر نومبر ۱۹۲۱ء) لاہور کے مشہور

---

[1] مکتوب محررہ ۲۴ر مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد۔

پیسہ اخبار نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ شائع کیا جس کا عکس جناب ظہورالدین خاں صاحب (سیکرٹری مرکزی مجلس رضا لاہور) کی عنایت سے ملا۔ اس اداریہ میں لکھا ہے کہ ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترکِ موالات کرنے والے، امام احمد رضا سے :۔

> بہت ناخوش تھے، یہاں تک کہ آپکا بائیکاٹ اور بدنام کرنے میں ان کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔ باوجود اس کے مرحوم کا پایۂ ثبات اپنے راستے سے نہ ہٹا۔" ؎۱

۱۹۲۱ء میں مخالفانہ پروپیگنڈے کا جو سلسلہ چلا ۶۱ برس گزر جانے کے باوجود اب تک جاری ہے، بعض اہلِ علم بھی حقائق سے چشم پوشی فرمارہے ہیں، اور اس پروپیگنڈے میں شریک ہوکر علم و دانش کو رسوا کر رہے ہیں، اسی قسم کے ایک فاضل پروفیسر نے اپنی کلاس کے طلبہ سے جو کچھ فرمایا وہ خود ان کے طالب علم کی زبانی سنیئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ ——— طالب علم موصوف پروفیسر صاحب کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

> اُنہوں نے اعلیٰحضرت کو انگریزوں کا فتنہ دیوبند کے مقابلے میں قرار دیا اور اعلیٰحضرت کی گراں قدر تصنیفات کو بھی فراڈ قرار دیا کہ وہ کُتب انگریزوں نے اور لوگوں سے لکھوا کر اعلیٰحضرت کے نام سے شائع کرائیں وغیرہ وغیرہ ؎۲

؎۱ روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳ر نومبر ۱۹۲۱ء

؎۲ مکتوب طالب علم محررہ ۱۰ر اپریل ۹۸۲ اد بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد

نوٹ :۔ یہاں مقصود حقیقتِ واقعہ کا اظہار ہے اس لئے متعلم اور معلم کے نام ظاہر کرنے سے اعراض کیا گیا۔ مسعود

حق پوشی اور دروغ گوئی کی یہ بدترین مثال ہے ـــــ اس قسم کے فضلار وعلمار نوجوان نسل کو عمداً گمراہ کر رہے ہیں جو ہرگز ان کے شایانِ شان نہیں ـــــ امام احمد رضا اپنے وقت کے آفتاب تھے، مدیر پیسہ اخبار (لاہور) نے اپنے اداری نوٹ میں لکھا ہے:۔

آپ ہندوستان میں علوم دینیہ اسلامیہ کے آفتاب تھے۔ لے

یہ کسی عقیدت مند کی آواز نہیں ـــــ یہ ایک بے لاگ صحافی کی آواز ہے ـــــ یہ آواز بریلی سے نہیں آرہی ـــــ یہ آواز لاہور سے آرہی ہے ـــــ ہاں یہ آواز سُنی جانی چاہیئے ـــــ بیشک امام احمد رضا ایک ایسے آفتاب تھے جس کی شعاعوں نے دور و نزدیک روشنیاں پھیلائیں ـــــ دیکھتے دیکھتے ظلمتوں کے پردے اٹھتے چلے گئے ـــــ ـــــ عرب وعجم کے فضلار ودانشوروں نے اس کا اعتراف کیا ہے ـــــ مگر بے بصری وشپرہ چشمی کو کیا کہیئے، چڑھتے دن اور کھلتی دھوپ میں بھی آفتاب کا انکار کیا جارہا ہے ـــــ انکار کا یہ سلسلہ بہت دراز ہے ـــــ شاید اس بے مہری ایّام کو دیکھ کر امام احمد رضا کی روح نے اپنی شعاعوں کو یہ پیغام دیا ہو ؎

پھر میرے تجلّی کدۂ دل میں سما جاؤ
چھوڑو چمنستان و بیابان و درو بام

پیغام ملتے ہی ؎

آفاق کے ہر گوشے سے اٹھتی ہیں شعاعیں
بچھڑے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش

اور پھر نصف صدی تک جدید دُنیا سے یہ آفتاب چھپا رہا ـــــ شعاعیں خاموش رہیں ـــــ مگر بالآخر ایک شوخ کرن۔ نے ہمت کی، قدم بڑھایا، ے

بولی کہ مجھے رخصتِ تنویر عطا ہو! جب تک کہ نہ ہو مشرق کا ہر ذرّہ جہاں تاب
چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو! جب تک نہ اٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب

پھر دُنیا نے دیکھا، اُجالا ہی اُجالا تھا ـــــ آفتاب پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا ـــــ کوئی مانے نہ مانے، دیدہ وران رہے ہیں۔

(ب)

بات ایک پروفیسر صاحب سے چلی تھی کہاں سے کہاں جا پہنچی ـــــ پروفیسر صاحب سُنی سنائی پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے ـــــ وہ ہمارے ایسے پڑھے طبقے کے نمائندہ ہیں جس کے لئے آنکھیں بے حقیقت ہیں اور کان ہی سب کچھ ہیں ـــــ دُنیائے علم و دانش میں یہ انقلاب کبھی نہ آیا تھا کہ کان، آنکھ کی مسند پر بٹھا دیا گیا ہو اور آنکھ کو رخصت کر دیا گیا ہو ـــــ اسی بے بصری کی وجہ سے یہ کان والے امام احمد رضا کو انگریزوں کا پروردہ کہتے ہیں کیوں کہ ان سے کان والے یہی کہتے چلے آئے ہیں ـــــ ہمارے رسالے کا موضوع ہی اس الزام کی تردید ہے ـــــ بہت کچھ عرض کر دیا گیا، اب کچھ اور عرض کیا جا رہا ہے تاکہ حق اور مبرہن ہو جائے ـــــ یہ دلائل و شواہد مقالے کی اشاعت کے بعد سامنے آئے

ـــــ سنیے! ـــــ

(۱)

امام احمد رضا اپنی ایک قلمی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

دعــــوے ست کہ بحمد اللہ از زبان انگریزی نقش حرفے بر کرسی لوح نہ نشاندہ ام [۱]

ترجمہ : خدا کا شکر ہے کہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میں نے انگریزی زبان کا ایک حرف بھی تختی پر نہ لکھا ۔

کیا انگریز کا کوئی خیر خواہ ، انگریزی سے اس حد تک متنفر ہو سکتا ہے ؟

یہ تحریر بتا رہی ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف انگریزوں سے بلکہ ان کی زبان سے ، انگریزی سے بھی متنفر تھے جس کو آج ہم گلے لگائے ہوئے ہیں اور انگریز دشمنی اور اسلام پسندی کا دعویٰ بھی کرتے جاتے ہیں ۔

(۲)

اسی انگریزی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

" ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے ، انگریزی ہی ہو خواہ کچھ ہو ، ایسی چیز پڑھنا حرام ہے ۔ [۲]

(۳)

ایک سوال کیا گیا کہ ایک مولوی صاحب پادری کے پاس جاتے ہیں ، اس کے

---

[۱] امام احمد رضا : سفر مطالع للتقویم والطالع (۱۳۲۴ ھ /) قلمی ، ص ۱

[۲] امام احمد رضا ، فتاویٰ رضویہ ، جلد ششم ، مطبوعہ ٹانڈہ ۱۹۸۱ء ، ص ۲۴

ہاں کھاتے پیتے ہیں۔ اس سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں ۔اس بحث میں پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ کے متعلق گستاخانہ طرزِ تکلم اختیار کرتا ہے، مولوی صاحب کو منع کیا جاتا ہے کہ ایسے پادری کے پاس نہ جایا کریں مگر وہ ممانعت کا ثبوت مانگتے ہیں، مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

امام احمد رضا نے جواباً فرمایا:۔

> اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو سکتا جن میں اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاء وطعن کئے جاتے ہوں، وہ ثبوت مانگتا ہے، اسے اگر ایمان کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کی مثل نصاریٰ ہونے کا فتویٰ دے رہا ہے۔ [1]

دوست کی رعایت تو بہر صورت کی جانی چاہیئے، مگر یہاں کسی صورت منظور نہیں پھر دوست ہی نہیں بلکہ دوست کا پیشوا پادری ـــــــ اس کے علاوہ جب مباحثہ ایک انگریز پادری سے ٹھہرا تو اس سے ادب و احترام کی کیا توقع رکھی جائے مگر امام احمد رضا کی غیرت ایمانی کو گوارا نہیں کہ کوئی انگریز مباحثہ میں بھی شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخانہ پیش آئے چنانچہ وہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں کہ ایسے گستاخ انگریز سے مباحثہ کرنے والا مولوی بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۴)

قادیانی حیاتِ مسیح (علیہ السلام) کے قائل نہیں جب کہ تمام مسلمان اس کے قائل ہیں، قادیانیوں کو برطانوی حکومت سے جو تقویت ملی وہ ڈھکی چھپی بات نہیں، اگر

---

[1] ایضاً ص ۲۵، ۲۶

امام احمد رضا بھی انگریزوں سے فیض یافتہ ہوتے تو قادیانیوں کی رعایت فرماتے مگر انہوں نے نہ قادیانیوں کی رعایت کی اور نہ انگریزوں کی اور حیات مسیح کے موضوع پر ایک فاضلانہ رسالہ تصنیف فرمایا جس کا عنوان ہے۔

الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

۱۳۴۰ھ

یہ رسالہ اسی سال تصنیف فرمایا جس سال آپکا وصال ہوا یعنی اس سال جس سال آپ پر انگریز نوازی اور انگریزوں کی خیر خواہی کا الزام لگایا گیا۔ یہ رسالہ انگریزوں اور قادیانیوں کے عقیدے کی بیخکنی کرتا ہے۔ انگریز کا خیر خواہ ایسے نازک وقت میں جب انگریز کے خلاف ہمہ گیر تحریک چل چکی تھی ایسا رسالہ لکھ کر جلتی پر تیل کا کام نہ کرتا ——— لیکن امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ کوئی جلتا ہے جلا کرے مگر اسلام پر آنچ نہ آنے پائے ——— وہ اسلام کے نڈر محافظ اور بیباک مجاہد تھے۔

(۵)

امام احمد رضا پر الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ترکِ موالات کے خلاف تھے مگر ایسا نہیں وہ ہر کافر سے موالات کے خلاف تھے اور چودھویں صدی کے عیسائیوں کو بھی کافر ہی سمجھتے تھے، ان کا اٹل فیصلہ تھا!

موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔ ؎

حقیقی دوستی، ذہنی مطابقت سے پیدا ہوتی ہے۔ جب دو جماعتوں کے عقیدے ہی متضاد ہوں تو ذہنی و فکری مطابقت و موانست ممکن ہی نہیں، یہ

؎ امام احمد رضا: فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۱۲۲

صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں جماعتوں میں سے ایک دوسرے کے لئے اپنے ایمان اور عقیدے کو قربان کردے اسی لئے شرعاً کافروں سے موالات (دوستی والفت) حرام ہے بلکہ عقلاً بھی حرام ہے کیونکہ عقیدہ ہی ایک ایسی دولت ہے جس کو سب سے زیادہ سنبھال کر رکھا جاتا ہے، کوئی عقلمند یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ کوئی اس کی یہ دولت لوٹ لے جائے، امام احمد رضا نے اسی لوٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ حیرت ہوتی ہے ممنون ہونے کے بجائے یہ کہا گیا کہ وہ تو انگریزوں کے خیر خواہ ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ کو انگریزوں کا خیر خواہ کہنا ایک ایسی ستم ظریفی ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ [1]

(ج)

انگریز نوازی کے الزام سے امام احمد رضا کی بریت کے ساتھ ساتھ ہم نے اس رسالے میں ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن سے امام احمد رضا کے مخالفین کا دامن کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں سے وابستہ نظر آتا ہے ——— اس سلسلے میں ایک اور شہادت میسر آئی ہے۔

مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے استاد اور پاک و ہند کی مشہور شخصیت قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی کے حالات پر قاری محمد عبدالحلیم انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے:۔

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) میں امام احمد رضا کے سیاسی مسلک کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے، اس سے رجوع فرمائیں۔ مسعود

تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرہ رحمانیہ

اس میں تذکرہ نگار نے چھٹے باب میں قاری صاحب کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں، اور ان کی اخلاص و للّٰہیت اور بے نفسی کے ذیل میں مندرجہ ذیل دو واقعات لکھے ہیں :-

۱۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جب اہلِ بلند نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی تو حضرت نے اس موقع پر پوری کوشش فرمائی کہ لوگ اس جلتی آگ میں کودنے سے کسی طرح رک جائیں، جن علماء سے بلا تعمق نظر جہاد کا فتوےٰ دینے میں لغزش ہوگئی تھی، حضرت نے تحریراً و تقریراً دونوں طرح اس کی تردید فرمائی اور مخلوقِ خدا کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔[۱]

۲۔ غدر کے دوران جب اور جہلاء نے انگریزوں کے بے گناہ بچوں اور عورتوں پر دست درازی شروع کی تو آپ ایسی حرکتوں سے نہایت ناراض ہوئے اور علی الاعلان اس قسم کے افعالِ شنیعہ کی آپ نے مذمت کی، غالباً اس وجہ سے جب بغاوت زوروں پر تھی تو (بحیثیت مجموعی) انگریز مرد و زن تلاش امن میں حضرت کے پاس آئے، حضرت نے ٹھیرنے کے لئے ان سب کو اپنا مدرسہ دیدیا اور خدام و طلبہ کو ہدایت فرمادی کہ ان مظلوم و بیکس انگریزوں کی مدد و حفاظت اور خاطر

---

[۱] محمد عبدالحلیم انصاری : تذکرہ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

ص : ۶۱، ۶۲

نوٹ :- مولانا اسد نظامی اور جناب خلیل احمد رانا کی عنایت سے ہم کو یہ حوالہ میسر آیا۔ مسعود

مدارات لوجہ اللہ بموجب حکم خدا اور رسول کرو۔ لے

اس میں شک نہیں کہ سیاق و سباق سے قاری صاحب کی دردمندی و نیک دلی اور للّٰہیت کا اندازہ ہوتا ہے اس لیے ان واضح شہادتوں کے باوجود ہم حتمی طور پر ان کو انگریزوں کا خیر خواہ نہیں کہہ سکتے لیکن اگر اس قسم کی کوئی شہادت امام احمد رضا کے متعلق مل جاتی تو یقیناً اُن کو نہ بخشا جاتا ـــــــ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جو الزام امام احمد رضا پر لگایا جاتا ہے وہ تو اس سے بالکل بری ہیں مگر بہت سے متدین اور متقی حضرات کا دامن بھی اس سے پاک نہیں، پھر کیوں بے داغ کو داغدار بنایا جاتا ہے اور کھرے کو کھوٹا دکھایا جاتا ہے ؟ ـــــــ دروغ گوئی اور حق پوشی کا یہ سلسلہ کب تک چلتا رہیگا ؟ ـــــــ اس باب کو اب ختم ہو جانا چاہیئے ـــــــ اہل علم کی پیشانی پر یہ ایک داغ ہے۔

یہ بات کسی طبقے یا فرقے کی نہیں ـــــــ بات حقائق کی ہے ـــــــ سچی بات کو سچائی کے ساتھ کہنے کی ہے ـــــــ ہاں اسی سچائی پر قومیں اپنے مستقبل سنوارتی ہیں ـــــــ اسی سچائی کو قلب و نظر ترس رہے ہیں۔ ـــــــ اسی سچائی کے لئے اسلاف کی روحیں پکار رہی ہیں ـــــــ اسی سچائی کے لیے مورخ کا قلم بیقرار ہے ـــــــ اسی سچائی کے لئے دلوں نے دریچے کھول دیئے ہیں ـــــــ ہاں سے

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق ـــ یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ — احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۷ جنوری ۱۹۸۳ء — (پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ، سندھ)

لے محمد عبدالحلیم انصاری: تذکرۂ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء، ص ۶۲

وکیل احمد بملقّب خواجہ عماد الدّین عارفی سلطان
خادم سلسلہ اولیاء اللہ طبقہ حیدریان

Respected Professor Masood Sahib,

I have recently gone through the english version of your Urdu treatise "GUNAHE-E-BEGUNAHI" under the title of "A BASELESS BLAME" which has been published by Idara-e-Tehqeeqat-e-Imam Ahmed Raza. From the preface of this treatise, it has come to my knowledge that you have been undertaking research work on the versatile and manifold personality of Imam Ahmed Raza who is sine-dubio, A real Genius of the East. After studying this book, I have come to realise the importance of your endeavours which you are making in order to emblaze the different charactor-stics of Imam Ahmed Raza. This is in deed very heartening thatAlmight Allah has given you enlightened vision to courageously contradistinguish the blame which has been falsely incriminated on Imam Ahmed Raza and exculpate him from this spurious blame.

The study of this book has created a desideration in my mind to meet you personally and to know about your scholorly work which you have adduced hitherto. Today, I met my brother disciple Makhdoom Munawar Farooqi who has promissed me to take me to your residence. I am very much enthusiastic to see you and discuss with you about your research work. Kindly accept my sincere felicitations on your treatise GUNAH-E-BEGUNAHI. I aspire that Almighty Allah may give you strength and courage to continue your endeavours for doing research work on Imam Ahmed Raza.

With profound regards,

Yours sincerely,

Khawaja Imaduddin

(KHAWAJA IMADUDDIN ARFI SULTAN)

1998ء

R-432 سیکٹر ۱۰، شاداب ٹاؤن نارتھ کراچی، پوسٹ کوڈ 75850

رضویات پر مسعود ملت کی چند اہم کتابیں

۱۔۔۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ لاہور، ۱۹۷۱ء
۲۔۔۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ لاہور، ۱۹۷۳ء
۳۔۔۔ عبقری الشرق (انگریزی)۔ لاہور، ۱۹۷۸ء
۴۔۔۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ۔ سیال کوٹ، ۱۹۸۱ء
۵۔۔۔ گناہ بے گناہی۔ لاہور، ۱۹۸۱ء
۶۔۔۔ حیات امام اہل سنت۔ لاہور، ۱۹۸۱ء
۷۔۔۔ اکرام امام احمد رضا۔ لاہور، ۱۹۸۱ء
۸۔۔۔ دائرہ معارف امام احمد رضا۔ کراچی، ۱۹۸۲ء
۹۔۔۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام۔ کراچی، ۱۹۸۳ء
۱۰۔۔۔ اجالا۔ کراچی، ۱۹۸۴ء
۱۱۔۔۔ رہبر و رہنما۔ کراچی، ۱۹۸۶ء
۱۲۔۔۔ تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا۔ لاہور، ۱۹۸۸
۱۳۔۔۔ آئینہ رضویات، جلد اول۔ دوم۔ سوم۔ کراچی ۹۶۔۱۹۸۹ء
۱۴۔۔۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ صادق آباد، ۱۹۹۰ء
۱۵۔۔۔ امام احمد رضا اور علوم جدیدہ و قدیمہ۔ لاہور ۱۹۹۰ء
۱۶۔۔۔ تاج الفقہاء۔ لاہور، ۱۹۹۰ء
۱۷۔۔۔ محدث بریلوی۔ کراچی، ۱۹۹۳ء
۱۸۔۔۔ انتخاب حدائق بخشش۔ کراچی، ۱۹۹۵ء
۱۹۔۔۔ خوب و ناخوب۔ کراچی۔ ۱۹۹۸ء

Idara-e-Mas'udia, Karachi
ادارۂ مسعودیہ کراچی

وکونوا مع الصادقین

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ